تقویۃ الایمان

مصنف: حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید محدث دہلوی

تسہیل: مولانا غلام رسول مہر

باہتمام: ایس اے شمعون قاسمی

ناشر: شیخ الاسلام اکیڈمی گلی بتاشے والی ۶۱۳۸ کھاری باؤلی دہلی

شیخ الاسلام اکیڈمی ۶۱۳۸ دہلی
علم و عمل

تقویۃ الایمان

مصنف

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید دھلویؒ

باھتمام

ایس اے شمعون قاسمی ایم اے

ناشر

شیخ الاسلام اکیڈمی گلی بتاشے والی

۶۱۳۸، مسجد حوض والی کھاری باولی، دہلی - ۱۱۰۰۰۶

مصنف = حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید محدث دھلوی رحؒ

باھتمام = ایس اے شمعون القاسمی ایم اے

قیمت =

ملنے کے پتے =

(۱) ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین، نئی دھلی

(۲) کتب خانہ عزیزیہ اردو بازار، جامع مسجد دھلی

(۳) مکتبہ نعمانیہ، دیوبند۔ یوپی ۲۴۷۵۵۴

(۴) برانچ شیخ الاسلام اکیڈیمی، دیوبند، یوپی ۲۴۷۵۵۴

ناشر

شیخ الاسلام اکیڈیمی، گلی بتاشے والی،

۶۱۲۸ مسجد حوض والی، کھاری باولی، دھلی ۔ ۱۱۰۰۰۶

فہرست مضامین

نمبر شمار		موضوع	صفحہ
۱		عرض ناشر	۹
۲		مقدمہ	۱۲
۳		تمہید	۴۲
	پہلا باب	توحید کا بیان	۴۸
۴		عوام کی بے خبری	۴۸
۵		شرک کے کام	۴۸
۶		دعوی ایمان کا، کام شرک کے	۴۹
۷		قرآن کا فیصلہ	۵۰
۸		اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں	۵۱
۹		اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہیں	۵۲
۱۰		اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں	۵۳
۱۱		شرک کی حقیقت	۵۴
	دوسرا باب	شرک کی قسمیں	۵۷
۱۲		۱۔ علم میں شرک	۵۷

صفحہ	موضوع	نمبر شمار
۵۸	۲ - تصرف میں شرک	۱۳
۵۹	۳ - عبادت میں شرک	۱۴
۶۱	۴ - روزمرہ کے کاموں میں شرک	۱۵
۶۵	تیسرا باب شرک کی برائی۔ توحید کی خوبیاں	
۶۵	شرک معاف نہیں ہوسکتا	۱۶
۶۶	شرک کی مثال	۱۷
۶۷	شرک سب سے بڑا عیب ہے	۱۸
۶۸	توحید ہی راہ نجات ہے	۱۹
۶۹	اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے	۲۰
۷۰	ازل میں توحید کا اقرار	۲۱
۷۳	شرک سند نہیں بن سکتا	۲۲
۷۴	بھول کا عذر قبول نہ ہوگا	۲۳
۷۵	رسولوں اور کتابوں کی بنیادی تعلیم	۲۴
۷۹	توحید اور مغفرت	۲۵
۸۱	چوتھا باب شرک فی العلم کی تردید	
۸۲	علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کو ہے	۲۶
۸۳	علم غیب کا مدعی جھوٹا	۲۷

نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۲۸	غیب کی باتیں	۸۴
۲۹	اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو	۸۷
۳۰	نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے	۸۸
۳۱	انبیاء کا اصل کام	۸۹
۳۲	انبیاء غیب دان نہیں	۹۰
۳۳	علم غیب کے متعلق ارشادات نبوی ﷺ	۹۱
۳۴	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد	۹۲
	پانچواں باب شرک فی التصرف کی تردید	۹۴
۳۵	نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے	۹۵
۳۶	اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں	۹۶
۳۷	صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو	۹۷
۳۸	بلااذن شفاعت نہیں	۹۸
۳۹	شفاعت کی قسمیں	۹۹
۴۰	"شفاعت وجاہت" ممکن نہیں	۱۰۰
۴۱	"شفاعت محبت" ممکن نہیں	۱۰۱
۴۲	"شفاعت بالاذن"	۱۰۲
۴۳	صراط مستقیم	۱۰۴

صفحہ	موضوع	نمبر شمار
۱۰۷	اللہ سب سے نزدیک ہے	۴۴
۱۰۹	صرف اللہ پر بھروسہ کرو	۴۵
۱۱۱	قرابت کام نہیں دے سکتی	۴۶
۱۱۴	چھٹا باب عبادات میں شرک کی حرمت	
۱۱۴	عبادت کی تعریف	۴۷
۱۱۴	عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے	۴۸
۱۱۵	سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے	۴۹
۱۱۶	غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے	۵۰
۱۱۸	شعائر اللہ کی تعظیم کی جائے۔	۵۱
۱۲۰	غیر اللہ کے نام کی چیز حرام ہے	۵۲
۱۲۱	حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے	۵۳
۱۲۳	من گھڑت نام شرک ہیں	۵۴
۱۲۳	خود ساختہ رسمیں شرک ہیں	۵۵
۱۲۴	لوگوں کو تعظیماً سامنے کھڑا رکھنا ممنوع ہے	۵۶
۱۲۵	بتوں اور تھانوں کی پوجا شرک ہے	۵۷
۱۲۷	ذبح لغیر اللہ لعنت کا باعث ہے	۵۸
۱۲۸	قرب قیامت کی علامتیں	۵۹

نمبر شمار	موضوع	صفحہ
٦٠	تھان پوجا بد ترین لوگوں کا کام ہے	١٣٠
٦١	بتوں کا طواف	١٣٣
	ساتواں باب رسم و رواج میں شرک کی حرمت	١٣٤
٦٢	شیطان کی وسوسہ اندازی	١٣٤
٦٣	اولاد کے سلسلہ میں شرک کی رسمیں	١٣٧
٦٤	کھیتی باڑی میں شرک کی رسمیں	١٣٩
٦٥	چوپایوں میں شرک کی رسمیں	١٣٩
٦٦	حلال و حرام میں اللہ پر افتراء	١٤١
٦٧	ستاروں میں تاثیر ماننا شرک ہے	١٤٣
٦٨	نجومی، ساحر اور کاہن کافر ہیں	١٤٤
٦٩	نجوم اور رمل پر اعتقاد کا گناہ	١٤٦
٧٠	شگون اور فال کفر کی رسمیں ہیں	١٤٧
٧١	اللہ تعالیٰ کو سفارشی نہ بناؤ	١٥١
٧٢	اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارے نام	١٥٦
٧٣	اللہ کے نام کے ساتھ کنیت نہ رکھو	١٥٦
٧٤	صرف ماشاء اللہ کہو	١٥٧
٧٥	غیر اللہ کی قسم شرک ہے	١٥٨

نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۷۶	نذروں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ	۱۶۰
۷۷	اللہ کو سجدہ اور پیغمبر علیہ السلام کی تعظیم	۱۶۱
۷۸	کسی کو اپنا بندہ اور بندی کہنا جائز نہیں	۱۶۴
۷۹	تعظیم رسول ﷺ کے متعلق اسوہ حسنہ	۱۶۵
۸۰	لفظ "سیّد" کے دو معنی	۱۶۹
۸۱	تصویر کے متعلق ارشاداتِ نبوی	۱۷۰
۸۲	پانچ سخت ترین گناہ	۱۷۲
۸۳	اپنے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد	۱۷۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

ہندوستان کی تیرہ و تار فضا میں رشد و ہدیٰ کی روشنیاں بکھیرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ خاص سے ایک ایسی شخصیت کو پیدا فرمایا جس نے اپنی قوتِ ایمان اور علم و تقریر کے زور سے کفر و ضلالت کے بڑے بڑے بتکدوں کو مسمار کردیا اور شرک و بدعات کے خود تراشیدہ اصنام کو پاش پاش کر کے توحیدِ خالص کی اساس قائم کی۔ یہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے پوتے شاہ اسماعیلؒ محدث دہلوی تھے جو اپنے وقت کے قابل ترین اور نامور شخصیات میں سے معتبر علمی حیثیت کے مالک تھے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور محمد بن عبدالوہاب کے بعد دعوت و اصلاحِ امت کے لئے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ بالخصوص اس اعتبار سے تو ان کا درجہ فزوں تر ہے کہ انہوں نے نہ صرف قلم سے جہاد کیا بلکہ عملی طور پر حضرت سید احمد شہید کی سرکردگی میں تحریک مجاہدین میں شامل ہو کر سکھوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ کے مقام پر شہادت کا درجہ

حاصل کیا اور ہندوستان کے ناتواں اور محکوم مسلمانوں کے لیے حریّت کی ایک عظیم مثال قائم کی۔

حضرت شاہ اسماعیل شہید کا دور شرک اور بدعات کی مسموم فضاؤں سے آلودہ تھا۔ ہندوستانی مسلمانوں نے ہندوؤں کے دیومالائی عقائد سے متاثر ہوکر دین اسلام میں ایسی ایسی رسموں اور عقیدوں کو داخل کرلیا تھا کہ طلوع اسلام سے قبل اہل عرب کا دور جہالت بھی ان کے سامنے سرنگوں تھا۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید کی دینی حمیت اور غیرت ایمانی کب گوارا کرسکتی تھی کہ اسلام، جس کا نزول بندوں کے ذریعے اللہ عزوجل کے اقرار وحدانیت کے لیے ہوا ہے اور رسالت پر ایمان لانے کا اصل مقصد بھی یہی ہے، اس میں کسی غیر کی شرکت اختیار کی جائے۔ چنانچہ اس مقصد عظیم کے لیے انہوں نے "تقویۃ الایمان" تالیف فرمائی، جس میں قرآن و احادیث کی ترجمانی کے ساتھ خالص اسلامی عقائد کو بیان فرمایا اور کتاب و سنت ہی کی روشنی میں ان تمام بدعات اور رسموں کو جہالت کا منبع قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ اپنے اعلیٰ مقاصد کے ساتھ ساتھ اس کتاب کا انداز بیان (اپنے عہد کی ضرورت کے مطابق) شستگی و روانی اور اپنی سادگی و دلنشینی کے باعث اتنا

مقبول ہوا کہ اب تک یہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو کر کروڑوں گم کردہ راہوں کو ہدایت کے نور سے فیضیاب کر چکی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایسا اسلامک لٹریچر تیار کریں کہ جس سے موجودہ اصطلاحات کی مکمل ترجمانی ہو سکے! اور جسکی روشنی میں وہ اسلام کے مزاج اور اس کی روح سے واقف ہوں۔ اور اسلام کو اہل اسلام ہی کی زبان سے سمجھیں۔ نہ کہ یورپی مصنفین کی پر فریب تحریروں سے درحقیقت آج یورپی مورخین و مصنفین نے جس چالاکی اور عیاری کے ساتھ پہلے اسلام کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے پھر تحقیق و ریسرچ کے نام سے جو اسلامی عقائد کی بیچ کنی کی ہے یہ اسلامی دنیا کا زبردست حادثہ ہے اور تاریخ اسلام کا المناک باب ہے اس کے ازالے کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ ایسی پر اعتماد تصانیف کو منظر عام پر لایا جانے کہ جس کے مصنفین دفاع کے ساتھ ساتھ اقدامی کارروائی کے بھی قائل ہوں جو اغیار کے پھیلانے ہونے شکوک و شبہات کو چھانٹ کر رکھدیں اور اسلام کے پر اعتماد صالح افکار کے تقابل کو اجاگر کردیں تاکہ ایسے معاشرے کی تشکیل کی جا سکے جو عدل و انصاف خدا پرستی سے پر لادینیت۔ دھریت اور تمام ازموں کی پر خطر وادیوں سے کوسوں دور ہو۔ ہمارا یقین ہے۔ ایسا معاشرہ جب ہی وجود میں آسکتا ہے کہ جب اسلامی قوانین ہماری رگ و پے میں سرایت کر جائیں اور ہم تمام بنی نوع انسان کے لئے عملی نمونہ بن جائیں۔

ھدیۂ تشکر

میں اپنے ان احباب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں تعاون کیا خدائے بزرگ و برتر ان سب معاونین کو فلاح دارین نصیب فرمائے، اور یہ بڑی ناقدری ہوگی کہ میں اپنے مسلم سینیر سکنڈری اسکول فتحپوری کے پرنسپل جناب ضیاء الدین خاں صاحب کا ذکر نہ کروں کہ جنہوں نے اپنے یہاں اس کتاب کو دینیات کے نصاب میں شامل کر کے ہماری بھرپور حوصلہ افزائی کی۔ اور ان تمام مسلم اداروں کے پرنسپل صاحبان و ذمہ داران سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو اپنے یہاں نصاب میں شامل کریں تاکہ تشنگان علوم کی دینی اور ذھنی تربیت ہو سکے۔ **امید کہ ماضی کی طرح آئندہ بھی تعاون جاری رہیگا** والسلام

شمعون قاسمی ایم اے
ایس۔اے۔

استاد دینیات مسلم سینیر سیکنڈری اسکول فتحپوری دھلی 110006

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

تقویۃ الایمان کے مصنف شاہ محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے اکلوتے فرزند، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کے پوتے، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث، شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ محدث اور شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ محدث کے بھتیجے تھے. پاک و ہند کی وسیع سرزمین میں علم و فضل، درس و تدریس، تصنیف وتالیف، وعظ و ارشاد، تجدید دین، احیائے اسلامیت اور اصلاح امت کی ایسی بلند نسبتیں شائد ہی کسی کے حصے میں آئی ہوں، جن سے شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ مشرف ہوئے اور ایسی گراں بہا میراث بھی بہت کم لوگوں کو ملی ہوگی. شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ نے ان نسبتوں کی بلندی اور اس میراث کی گراں بہائی نہ محض قائم رکھی بلکہ عملاً ان کی زینت و زیبائی بدرجہا درخشاں تر بنادی.

شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ مستند روایت کے مطابق ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱۹۳ ھ (۲۶ اپریل ۱۷۷۹ء) کو پیدا ہوئے. گویا اپنے پیر و

مرشد امیر المومنین سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کم و بیش سات سال بڑے تھے۔ والدہ ماجدہ کا نام بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا تھا۔ (۱)

تعلیم و تربیت

شاہ صاحب نے ابتدائی تعلیم والد ماجد سے پائی۔ آٹھ سال کی عمر میں حافظ قرآن بن گئے۔ ۱۶ رجب ۱۲۰۳ھ (۱۲ اپریل ۱۷۸۹ء) کو شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی، جب شاہ شہید صرف دس برس کے تھے۔ تینوں اعمام کرام (شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ) یتیم بھتیجے کو آغوش محبت میں لینے کے لیے یکساں تیار تھے۔ لیکن یہ رسماً یہ ذمہ داری شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھالی، جن کی اپنی اولاد میں صرف ایک لڑکی تھی۔ شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ نے درسی کتابیں

---

(۱) میر شہامت علی نے "تقویۃ الایمان" کے انگریزی ترجمے کے دیباچے میں شاہ شہید کی تاریخ ولادت ۲۸ شوال ۱۱۹۵ھ لکھی ہے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فضیلت النساء (بنت مولوی علاء الدین پھلتی) بتایا ہے۔ بلاشبہ شاہ صاحب کی ننھیال پھلت ہی میں تھی اور ان کی ہمشیرہ بی بی رقیہ کی پہلی شادی پھلت ہی میں ان کے ماموں کے بیٹے مولوی کمال الدین سے ہوئی، لیکن شاہ صاحب کی تاریخ ولادت اور والدہ ماجدہ کے نام سے متعلق مستند بیان وہی ہے جو متن میں درج ہوا۔ میر شہامت علی کی روایت کا ماخذ ہمیں معلوم نہ ہوسکا۔ انہوں نے شاہ صاحب کے حالات میں اور بھی کئی باتیں ایسی درج کردی ہیں جو صحیح نہیں۔

انہی سے پڑھیں۔ تمام مروجہ علوم میں وہ درجہ حاصل کرلیا جو ان کے عہد میں تعلیم و تدریس کا آخری درجہ سمجھا جاتا تھا۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی سند لی اور ۱۵، ۱۶ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے۔

سرسیّد احمد خان کے بیان کے مطابق ابتداء میں استغنا کا یہ عالم تھا کہ یاد ہی نہ رہتا تھا، سبق کہاں سے شروع ہوگا۔ کبھی اصل مقام سے بعد کی عبارت شروع کردیتے۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ٹوکتے تو جواب میں کہہ دیتے کہ مطلب سہل سمجھ کر نہ پڑھا۔ شاہ عبدالقادر متروکہ حصے میں سے کچھ پوچھتے تو شاہ شہید ایسی تقریر فرماتے کہ سب لوگ سن کر حیران رہ جاتے۔ کبھی اصل مقام سے پیشتر سبق کا آغاز کردیتے۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ متنبہ فرماتے تو شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ ایسے شبہات وارد کردیتے کہ فاضل استاد کو بھی ان کے جواب میں خاص توجہ مبذول کرنا پڑتی۔

غیر معمولی ذکاوت کی دھوم شہر بھر میں تھی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد لوگ امتحاناً برسرراہ سوالات پیش کردیتے۔ خیال یہ ہوتا کہ کتاب پاس نہیں، اس لیے شافی جواب نہ دے سکیں گے لیکن شاہ شہید بے تامل تقریر شروع کردیتے اور مسئلے کی ایسی تشریح فرماتے کہ پوچھنے والے کو اپنی جراءت پر خجالت ہوتی۔

مولانا محمد خان عالم مدراسی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سیّد محمد علی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق لکھا ہے کہ شاہ شہید عالم متبحّر اور حافظ قرآن تھے۔ تیس ہزار حدیثیں ان کی نوک زبان پر تھیں۔[1]

سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت

شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کی شہرت اگرچہ عام تھی، لیکن اس کے ساتھ طبیعت میں اک گونہ بے پروائی سی پائی جاتی تھی۔ یعنی انہوں نے کوئی مستقل مشغلہ اختیار نہ کیا تھا شائد اس کی وجہ یہ ہو کہ خاندان میں جن مشاغل کا رواج تھا، انہیں وہ مقاصد اصلاح کے لیے کافی نہ سمجھتے تھے اور کوئی نیا مشغلہ پیش نظر نہ تھا۔ یا یہ سمجھ لیجیے کہ وہ اپنے دل میں ایک لائحہ عمل کا فیصلہ کر چکے تھے اور رفقاء و معاونین کی تلاش میں متوقف تھے۔ یہ حالت تھی کہ ۱۲۳۴ھ (۱۸۱۹ء) میں امیر المومنین سیّد احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، نواب امیر خاں والئ ٹونک کی رفاقت چھوڑ کر راجپوتانہ سے دہلی پہنچے اور اکبر آبادی مسجد میں مقیم ہوئے۔ پہلے مولانا محمد یوسف پھلتی نے، جو غالباً شاہ ولی اللہ کے بھائی شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے

---

(۱) تنبیہ الضالین عن طریق سید المرسلین قلمی نسخہ صفحہ نمبر: ۱۶

پوتے تھے، پھر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے داماد، مولانا عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ نے اور ان کے بعد شاہ شہید نے سیّد صاحب سے بیعت کی۔ اسی وقت سے شاہ شہید کی زندگی بالکل بدل گئی۔ وہ رات دن اصلاح و ارشاد میں مصروف رہنے لگے۔ سہ شنبہ اور جمعہ کو شاہی مسجد میں بالالتزام وعظ فرماتے۔ سرسیّد نے لکھا ہے کہ نماز جمعہ کے لیے لوگ اس کثرت سے آنے لگے، جیسے عیدین کی نمازوں میں آتے تھے۔ سامعین کا شمار نہ ہوسکتا تھا۔ وعظ کا طریقہ ایسا تھا کہ جو کچھ فرماتے دلوں میں پیوست ہوجاتا۔ اگر کسی بات پر کوئی خلش پیدا بھی ہوتی تو آگے چل کر بالکل رفع ہوجاتی۔ احیائے سنت اور رد شرک و بدعت وعظوں کا خاص موضوع ہوتا۔ یہی دور تھا جس میں احیائے دین کا کام پوری سرگرمی سے شروع ہوا۔ یہی دور تھا جس کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکرہ" میں تحریر فرمایا۔

"دعوت و اصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کردیئے گئے تھے۔ اب اس سلطان وقت اور سکندر اعظم کی بدولت شاہجہان آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گزر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے۔ جن

باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی وہ اب برسر بازار کی جارہی اور ہورہی تھیں اور خون شہادت کے چھینٹے حرف و حکایت کے نقوش صفحہ عالم پر ثبت کررہے تھے۔ (۱)

سفرحج

شوال ۱۲۳۶ھ (جولائی ۱۸۲۱ء) میں امیر المومنین سیّد احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حج کا قصد کیا۔ سمندری سفر میں متوقع ہلاکت کی بناء پر مختلف علماء نے فرضیت حج کے سقوط کا فتویٰ دیا تھا اور بعض اصحاب تو یہ کہنے لگے تھے کہ وَلَاتُلْقُوا بِاَیْدِیکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (۲) کی رو سے حج کا مقصد (معاذاللہ) معصیت ہے۔ اس فتنے کے سد باب کی ایک صورت یہ تھی کہ تحریر و تقریر کے ذریعے اس کا رد کیا جاتا۔ سیّد صاحب شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علمائے حق نے اس فریضے کی بجاآوری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ دوسری صورت یہ تھی کہ ایک عملی اقدام سے اس وسیع ملک کی فضا میں ادائے حج کا عام غلغلہ پیدا کردیا جاتا۔ تاکہ لوگوں کے دلوں میں شوق و رغبت کے ولولے بیدار ہوجاتے۔ حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ، صاحب عزم و ہمت تھے۔

---

(۱) تذکرہ طبع اول - نمبر ۲ البقرہ ۱۹۵

انہوں نے مردانہ وار دوسرے راستے میں بھی قدم اٹھالیا اور کمال یہ کیا کہ حج کے لیے تمام مسلمانان ملک کو دعوت دے دی کہ کسی کے پاس راستے کا خرچ ہو یا نہ ہو وہ تیار ہوجائے۔ میں ذمہ لیتا ہوں کہ اس کو حج کرالاؤں گا۔ گویا فرضیت حج ہی کو اصل صورت میں محفوظ نہ کیا بلکہ عملاً سب پر آشکارا کردیا کہ یہ فرض بہ سہولت ادا ہوسکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ اسے خدائی حکم سمجھ کر سچے مسلمان کی طرح بجالانے کا ارادہ کرلیا جائے۔

چنانچہ سیّد صاحب ساڑھے سات سو مسلمانوں کے قافلے کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ شاہ شہید، ان کی والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ محترمہ بھی ساتھ تھیں۔ دس جہاز کرائے پر لیے۔ ہر جہاز کی جماعت کے لیے ایک امیر مقرر فرمایا۔ کلکتہ سے روانہ ہوئے۔ حج و زیارت کے بعد شعبان ۱۲۳۹ ہجری (اپریل ۱۸۲۴ء) میں واپس تشریف لائے۔ اس سفر میں ایک جہاز کی جماعت کے امیر شاہ اسمعیل رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

دعوت جہاد

حج سے واپسی کے بعد شاہ شہید اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق ہمہ تن جہاد کی دعوت کے لیے وقف ہوگئے۔ سرسیّد نے لکھا ہے:

بموجب ارشاد سید اصفیا یعنی پیر طریق ہدی اس طرح سے تقریر و

وعظ کی بنیاد ڈالی کہ مسائل جہاد فی سبیل اللہ بیشتر بیان ہوتے اور یہاں تک کہ آپ کی صیقل تقریر سے مسلمانوں کا آئینہ باطن مصفیٰ و مجلیٰ ہوگیا اور وہ اس طرح سے راہ حق میں سرگرم ہوئے کہ ہر شخص بے اختیار چاہنے لگا۔ سر اس کا راہ حق میں فدا اور جان اس کی اعلاء لواء دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف ہو۔

ہجرت

کم و بیش پونے دو سال اس دعوت میں صرف ہوئے۔ جب جا بجا مجاہدین کی جماعتیں تیار ہوگئیں تو غور و فکر کے بعد سرحد سے آغاز جہاد کا فیصلہ ہوا، جہاں پنجاب کی سکھ حکومت نے یورشیں شروع کی تھیں۔

۷ جمادی الاخری ۱۲۴۱ھ (۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء) کو شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بغرض جہاد راہ ہجرت میں قدم رکھا۔ اس وقت صرف پانچ چھ سو آدمی ساتھ لیے تھے۔ فیصلہ یہ تھا کہ تجویز کردہ مرکز میں پہنچ کر حالات کے جائزے کے بعد باقی جماعتوں کو بلالیں گے۔ شاہ شہید اس سفر کے دوران عام تنظیمی اور تبلیغی مقاصد کے کفیل خاص تھے۔

یہ جماعت رائے بریلی سے بندھیل کھنڈ، گوالیار، ٹونک، اجمیر، صحرائے مارواڑ عمر کوٹ، حیدر آباد (سندھ) شکارپور، کوئٹہ قندھار،

غزنی اور کابل ہوتی ہوئی پشاور پہنچی. یہ کم و بیش تین ہزار میل کا سفر تھا اس میں بھپتے ہوئے صحرا بھی تھے، جہاں میلوں تک پانی کا نشان نہ ملتا تھا. بڑے بڑے دریا بھی تھے، دشوار گزار پہاڑ اور برفستان بھی. دس مہینے اس مسافت کو طے کرنے میں صرف ہوئے.

جہاد

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ (۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء) کو جہاد بالسیف کا آغاز ہوا. اس سلسلے میں شاہ شہید کے مخصوص و ممتاز کارناموں کی اجمالی کیفیت ذیل میں درج ہے.

۱ - انہی کی کوششوں سے اہل سرحد نے سیّد صاحب کے ہاتھ پر امارت جہاد کی بیعت کی اور سرحد میں علماء یا اکابر سے جتنی گفتگوئیں ہوئیں، ان میں سے اکثر شاہ شہید ہی نے کیں.

۲ - ضلع ہزارہ میں جہاد کی تنظیم انہی نے فرمائی. شنکیاری کی جنگ میں ان کے ساتھ اگرچہ صرف دس گیارہ مجاہد تھے، تاہم غیر معمولی استقامت سے سکھوں کے خاصے بڑے لشکر کو شکست فاش دی. اس جنگ میں شاہ شہید کی قبا گولیوں سے چھلنی ہوگئی اور ایک انگلی پر گولی کا زخم لگا. بعد میں اس انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہماری انگشت شہادت ہے.

۳ - انہی کی کوششوں سے بیعت اقامت شریعت کا انتظام ہوا اور اہل سرحد پہلی مرتبہ صحیح شرعی حکومت کی برکات سے متمتع ہوئے۔

۴ - انہیں کی قیادت میں امب، عشرہ، مردان اور مایار کی جنگوں میں نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں۔ فتح پشاور کے بعد سلطان محمد خان بارک زئی سے گفت و شنید کے لیے بھی سیّد صاحب نے انہی کو نامزد فرمایا تھا۔

۵ - غرض پرستوں کی عناد آرائی کے باعث علاقہ سرحد میں حالات نازک صورت اختیار کر گئے اور سیّد صاحب نے اس مرکز کو چھوڑ کر دشوار گزار پہاڑی راستوں سے کشمیر ہی کا قصد فرمایا تو شاہ شہید بھی ساتھ تھے۔

۶ - سفر کشمیر کے سلسلے میں ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ (۶ مئی ۱۸۳۱ء) کو بالاکوٹ کی جنگ پیش آئی، جس میں سیّد صاحب، شاہ شہید اور بیشتر مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

سیرت کی ایک جھلک

جہاں تک معلوم ہو سکا ہے۔ شاہ شہید نے امور معیشت میں تکلفات کو کبھی پسند نہ فرمایا۔ سیّد صاحب سے وابستگی کے بعد تو وہ معیشت کے ادنیٰ مدارج ہی میں اس طرح سرخوش تھے، گویا شہنشاہی کے تخت پر بیٹھے ہیں۔ سفر حج میں کلکتہ پہنچے تو ایسٹ انڈیا کمپنی کے وکیل منشی امین الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کے لیے آئے۔ وہ اس زمانے میں کلکتہ کے بہت بڑے رئیس مانے جاتے تھے۔ سیّد صاحب سے ملنے کے بعد انہوں نے پوچھا کہ شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں؟ یہ ایک کشتی سے اتر کر سیّد صاحب کی کشتی کی طرف آرہے تھے۔ کپڑے میلے ہو چکے تھے۔ لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کیا منشی امین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا، یہ کوئی اور اسمٰعیل ہوں گے اور کہا، میں شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کو پوچھتا ہوں جو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے ہیں۔ جب انہیں بتایا گیا کہ شاہ صاحب یہی ہیں تو ان کی سادگی اور بے تکلفی دیکھ کر منشی صاحب بے اختیار آبدیدہ ہو گئے۔

سیدّ صاحب نے سواری کے لیے شاہ صاحب کو گھوڑا دے دیا تھا، لیکن جب کسی کام پر جاتے تو اپنے گھوڑے پر کسی رفیق کو سوار کردیتے اور خود پیدل چلتے کہ دین کا کام ہے، جتنی زیادہ مشقت اٹھائیں گے، زیادہ ثواب ملے گا.

سیدّ صاحب سے ان کی عقیدت شہرہ آفاق ہے. لوگوں نے اس سلسلے میں بہت سی داستانیں وضع کر رکھی ہیں. وہ صحیح ہوں یا نہ ہوں، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ شاہ صاحب کو سیدّ صاحب سے غیر معمولی عقیدت تھی. بایں ہمہ یہ عقیدت شاہ صاحب کی حق گوئی پر کبھی اثر انداز نہ ہوسکی. ایک موقع پر قلعہ امب کے لیے خطرہ پیدا ہوگیا تھا. اس میں سیدّ صاحب کی اہلیہ اور دوسری مستورات بھی تھیں. سیدّ صاحب نے شاہ صاحب کو لکھا کہ خواتین دوسرے محفوظ مقام پر بھیج دی جائیں تاکہ لڑائی کے وقت مجاہدین کے لیے پریشانی کا کوئی امکان باقی نہ رہے. شاہ صاحب سمجھتے تھے کہ خواتین کو نکالا گیا تو گرد و پیش کے عوام پر برا اثر پڑے گا اور وہ سمجھیں گے کہ خطرہ سر پر آگیا ہے. لہٰذا سیدّ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ اقدام خلاف مصلحت ہے. سیدّ صاحب نے اپنے حکم کا اعادہ کیا تو شاہ صاحب نے صاف صاف لکھ دیا کہ اس حکم کی تعمیل سے مسلمانوں کو گزند پہنچا

تو قیامت کے دن آپ اس کے جواب دہ ہوں گے۔ سیّد صاحب نے حکم واپس لے لیا۔

عمر اگرچہ زیادہ نہ تھی لیکن خدمت دین کی راہ میں مسلسل مشقتیں اٹھاتے اٹھاتے جسم نہایت کمزور ہوگیا تھا۔ آخری دور کے حالات سے معلوم ہوتا ہے، ایک موقع پر زنبورک اٹھوا کر اس غرض سے بہ اصرار اپنے کندھے پر رکھوائی کہ لوگوں میں روح عزیمت بیدا ہو، مگر بوجھ سے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ پہاڑ پر چڑھتے تھے تو چند قدم چلنے سے سانس پھول جاتا تھا۔ اس حالت کے باوجود آخری دم تک کوئی ایسا موقع نہ آیا کہ وہ جنگ یا سفر میں کسی سے پیچھے رہے ہوں یا مقاصد جنگ کے سلسلے میں انہوں نے ضرورت کے وقت دو دو منزلیں ایک دن میں طے نہ کی ہوں۔

سرحد میں مختلف مواقع پر نہایت۔ اہم دینی، جنگی اور سیاسی مسائل پیش آئے۔ شاہ صاحب بے تکلّف انہیں حل کرتے رہے۔ مشہور ہے کہ ایک موقع پر وہ گھوڑے کو کھریرا کر رہے تھے تو بعض لوگوں نے ان سے چند دینی امور کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے کھریرا جاری رکھا اور مستفسرین کو شافی جواب دیدیا۔

سیّد جعفر علی نقوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بالاکوٹ میں ان کے پیچھے دوگانہ ادا کیا۔ انہوں نے دونوں رکعتوں میں پوری سورت بنی

اسرائیل پڑھی اور اس کیفیت میں پڑھی کہ ابتدائے عمر سے آج تک (تادم تحریر) کسی امام کے پیچھے کسی نماز میں وہ لذت نصیب نہ ہوئی. یہ نماز عمر بھر نہ بھولے گی. (۱)

فھل من مدّکر

یہ شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ تھے، جن کی زندگی کا ایک ایک ثانیہ اعلاء کلمۃ الحق اور احیاء اسلام میں صرف ہوا، جنھوں نے دنیا کی ہر راحت کو بے توقف خدمت دین کے لیے قربان کردیا اور اپنے اخلاص کے محضر پر خون شہادت سے مہر ثبت کی. اس ترازو میں ہم اپنے ایمان باللہ اور اپنی حمیّت دین کو تولیں تو نتیجہ کیا نکلے گا. پھر اس سے بڑھ کر بدبختی اور حرمان نصیبی کیا ہوسکتی ہے کہ سینکڑوں مسند نشینان اور سینکڑوں سجّادہ گستران طریقت اس بزرگ مجاہد کو سوا سو برس تک گوناگوں مطاعن کا ہدف بناتے اور اس کی حبّ اسلام ہی نہیں بلکہ اسلام کو بھی محل نظر بناتے رہے. ہم سب نے ان مطاعن کو اس شوق و لذّت سے سنا، گویا یہ حفظ دین اور پارسائی کا ایک یگانہ کارنامہ تھا.

---

(۱) منظورہ صفحہ نمبر ۱۱۴۳

اولاد

شاہ عبدالقادر نے اپنی نواسی بی بی کلثوم رحمۃ اللہ علیہا سے شاہ شہید کا نکاح کردیا تھا. صرف ایک بچہ ہوا جس کا نام شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ تھا. اس کی پوری زندگی نیم مجذوبیت کی حالت میں گزری.

تصانیف

شاہ شہید کی متعدد تصانیف ہیں مثلاً:

۱ - اصول فقہ میں ایک رسالہ جو چھپ چکا ہے.

۲ - منطق میں ایک رسالہ جس کا ذکر سرسیّد احمد خاں نے کیا ہے.

۳ - ایضاح الحق الصریح فی احکام المیّت والضریح. محققین کا بیان ہے کہ حقیقت بدعت میں ایسی کوئی کتاب کسی زبان میں نہیں لکھی گئی. افسوس یہ مکمل نہ ہوسکی. اردو ترجمے کے ساتھ دو تین مرتبہ چھپ چکی ہے.

۴ - منصب امامت. یہ بھی نہایت عمدہ کتاب ہے. فارسی نسخے اب کمیاب ہیں البتہ اردو ترجمہ ملتا ہے.

۵ - تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین. اس میں وہ احادیث جمع کردی گئی ہیں، جن سے رفع یدین کا سنت ہونا ثابت ہے. اردو

ترجمے کے ساتھ کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اوراب حال میں اس کا عربی ایڈیشن معہ حاشیہ مرکزی جمیعت اہل حدیث مغربی پاکستان کے ادارہ اشاعۃ السنہ نے نہایت عمدگی سے شائع کیا ہے۔ (۱)

۶ - صراط مستقیم. اس کتاب کے چار باب ہیں، جن میں سے صرف پہلا باب شاہ شہید کا لکھا ہوا ہے. مضامین سیّد صاحب کے ہیں. صرف عبارت اور اسلوب بیان شاہ صاحب کا ہے. اس کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے. فارسی ایک مرتبہ چھپی اور بہت کمیاب (۲) ہے.

۷ - تقویۃ الایمان. اس کی تفصیل آگے آئے گی.

۸ - یک روزی . مختصر سا رسالہ ہے جس میں تقویۃ الایمان پر مولوی فضل حق خیر آبادی کے بعض اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے. شاہ صاحب نماز کے لیے مسجد کی طرف جارہے تھے. راستے میں انہیں مولوی فضل حق کا رسالہ ملا. نماز سے فارغ ہوتے ہی جواب لکھنے بیٹھ گئے اور ایک نشست میں اسے پورا کردیا. اسی وجہ سے یک روزی نام پایا.

۹ - مکاتیب. ان کا بہت بڑا مجموعہ ہے، جن میں سے بعض ان کے نام سے مشہور ہوئے اکثر انہوں نے سیّد صاحب کی ایما پر لکھے.

---

(۱) المکتبۃ السلفیہ نے مترجم بھی شائع کردی ہے۔

(۲) اب اس کو الحمدللہ المکتبۃ السلفیہ نے شائع کردیا ہے۔

۱۰ - منظومات. ان کی کیفیت یہ ہے.

(ا) ایک فارسی قصیدہ نعت میں

(ب) ایک فارسی قصیدہ سیّد صاحب کی مدح میں.

(ج) ایک فارسی مثنوی موسوم بہ سلک نور. توحید کے مضمون پر.

(د) ایک اردو مثنوی موسوم بہ سلک نور. توحید ہی کے مضمون پر.

(ہ) ایک مثنوی بہ زبان فارسی ایک حدیث کی شرح میں.

تقویۃ الایمان کی سرگزشت

تقویۃ الایمان پہلی مرتبہ ۱۲۴۳ھ (۲۷ - ۱۸۲۶ء) میں چھپی تھی. جب شاہ شہید امیرالمومنین سیّد احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور جماعت مجاہدین کے ہمراہ وطن مالوف سے ہجرت کرکے جاچکے تھے اور ہندوستان کی آزادی و تطہیر کے لیے جہاد بالسیف کا آغاز ہورہا تھا، اب ۱۴۱۰ھ (۱۹۸۹ء) ہے گزشتہ ایک سو ستاسٹھ برس کی مدت دراز میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے، یہ کتاب کتنی مرتبہ طبع ہوئی. سرسری اندازہ ہے کہ چالیس پچاس لاکھ سے کم نہ چھپی ہوگی. کروڑوں آدمیوں نے اسے پڑھا اور ہدایت کی روشنی حاصل کی. یہ ایسا شرف ہے، جو تقویۃ الایمان کے سوا اردو کی کسی دوسری کتاب کو شائد ہی نصیب ہوا ہو.

اس کے خلاف غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کے جو ہنگامے بپا ہوئے اور بپا کیے گئے وہ بھی غالباً کسی دوسری کتاب کو پیش نہ آئے. آج تقویۃ الایمان کی سرگزشت پر نظر باز گزشت ڈالی جائے تو چشم تصور کے سامنے ایک عجیب منظر آتا ہے. گویا ایک سمندر ہے جس پر طوفان کا بحران طاری ہے. اس کی سطح موجوں کے جوش، ہیجان، ٹکراؤ اور کشاکش سے عرصہ محشر کا نمونہ بن رہی ہے. بڑے بڑے جہازوں کے ناخداؤں پر ہراس کے بادل چھائے ہیں اور وہ لنگر ڈال کر دامن ساحل کو مضبوطی سے تھامے کھڑے ہیں. صرف ایک صاحب عزم ملّاح اپنے کمزور نازک سفینے کے بادبان کھولے ہوئے مصروف سفر ہے. طوفان کی ہلاکت خیزیاں اور موجوں کی ہیبت انگیزیاں اس کی جبین یقین وہمت پر اضطراب کی شکن پیدا نہیں کر سکیں. جو مصلحتیں اپنی دل ربائیوں اور معذرت آرائیوں کے جال دوسروں کے سامنے بچھا کر انھیں پابند ساحل بنا چکی تھیں، وہ اس ملّاح کی دامن کشی و عناں گیری میں بھی پوری قوت سے سرگرم رہیں، لیکن سلطان فرض کے حکم کی بجا آوری میں اس نے ہر مصلحت کو ٹھکرا دیا. وہ آگے بڑھتا گیا اور اپنی بے مثال عزیمت سے ہر مخالف قوت کو ناکام اور ہر معاندانہ اقدام کو نامراد بنا دیا. وہ اس مقام پر جا پہنچا جو صرف بزرگان عزیمت ہی کے حصے میں آتا ہے.

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

کتاب کے ممتاز خصائص

تقویۃ الایمان کا موضوع توحید ہے جو دین کی بنیاد و اساس ہے۔ اس موضوع پر اللہ جانے، اب تک کتنی کتابیں اور رسالے لکھے جاچکے ہیں۔ شاہ شہید کا انداز بحث اور طرز استدلال سب سے نرالا ہے اور سراسر مصلحانہ۔ علمائے حق کی طرح انہوں نے صرف کتاب و سنت کو مدار بنایا ہے۔ آیات و احادیث پیش کرکے وہ نہایت سادہ اور سلیس انداز میں ان کی تشریح فرمادیتے ہیں اور توحید کو نقصان پہنچانے والی جتنی غیر مشروع رسمیں معاشرے میں مروج تھیں، ان کی حقیقی حیثیت دل نشین طریق پر آشکارا کردیتے ہیں۔

انہوں نے عقیدہ و عمل کی ان تمام خوفناک غلطیوں کو جو اسلام کی تعلیم توحید کے خلاف تھیں، مختلف عنوانوں کے ماتحت جمع کردیا۔ مثلاً شرک فی العلم، شرک فی التصرف، شرک فی العادت، شرک فی العبادت۔ اس طرح تقویۃ الایمان توحید کے موضوع پر ایک جامع اور یگانہ کتاب بن گئی۔ علاوہ بریں۔

۱ - یہ کتاب شاہ شہید کے زمانے کے علمی، عملی اور ثقافتی حالت کا ایک نہایت عجیب مرقع ہے. اگر کوئی شخص چاہے کہ آج سے سوا سو سال پیشتر اس وسیع ملک کے مسلمان کن کن اعتقادی، عملی اور اخلاقی امراض میں مبتلا تھے تو تقویۃ الایمان اس کے لیے مستند معلومات کا ایک نہایت اچھا ذخیرہ ہوگی.

۲ - شاہ شہید نے محض توحید کی نظری تشریح اور اس کے لیے دعوت ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ ایسا رنگ اختیار کیا کہ پڑھنے والا اس معاشرے اور ماحول میں جا پہنچا ہے، جس میں یہ کتاب لکھی گئی. اس طرح دعوت کی تاثیر و نفوذ میں بہت اضافہ ہوگیا.

۳ - اگرچہ یہ کتاب نہایت اہم موضوع پر ہے لیکن شاہ شہید نے طریق استدلال ایسا اختیار کیا کہ معمولی پڑھا لکھا آدمی اور متبحر عالم اپنے اپنے ذہنی مدارج کے مطابق اس سے یکساں مستفید ہوسکتے ہیں اور مستفید ہوتے رہے.

۴ - اگرچہ یہ اس زمانے میں لکھی گئی تھی، جب اردو نثر بالکل ابتدائی دور میں تھی لیکن شاہ صاحب کی عبارت ایسی سادہ، سلیس، شگفتہ اور دلکش ہے کہ چند مخصوص الفاظ و محاورات چھوڑ کر آج بھی ایسی دلکش کتاب لکھنا سہل نہیں. یقیناً اردو زبان نشوو ارتقا

کے مزید مدارج طے کرنے کے بعد بھی تقویۃ الایمان کو بلحاظ اسلوب اپنا ایک گراں بہا سرمایہ تصور کرے گی.

اعتنا اور عدم اعتنا کے متضاد مناظر

یہ امر حد درجہ تعجب انگیز ہے کہ تقویۃ الایمان اپنے گوناگوں محاسن کے باوجود عقیدت مندوں کے دائرے میں بھی بیک وقت اعتنا اورعدم اعتنا کے متضاد مناظر کا مرجع بنی رہی. اس کی طباعت و اشاعت سے اعتنا کا یہ حال کہ اردو کی کوئی دوسری کتاب اس کی برابری کا دم نہیں مار سکتی. بہت سے اشخاص و ادارات کا دستور حیات ہی یہ رہا کہ ہر سال اس کے ہزاروں نسخے چھاپتے اور مفت یا تقریباً مفت تقسیم کردیتے. لیکن عدم اعتنا کی یہ کیفیت کہ نہ کتاب کے متن کی تصحیح و تنقیح پر کوئی قابل ذکر توجہ کی گئی نہ زمانے کے مذاق مطالعہ میں ارتقا کے ساتھ ساتھ اس کی تبویب و تہذیب کا کوئی سروسامان کیا گیا. معلوم ہوتا ہے عقیدت مندوں نے بھی اسے زیادہ سے زیادہ "تبرک" کا درجہ دے دیا تھا اور اس متاع عزیز سے مخصوص ربط و ضبط کا تقاضا صرف یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ جس صورت میں آئی، اسی صورت میں آیندہ نسلوں کے حوالے کردی جائے. راقم الحروف کے علم کے مطابق تصحیح متن اور تبویب مطالب کی صرف دو کوششیں مختلف اوقات میں ہوئیں، لیکن وہ بھی ادھوری رہ گئیں.

ضروری کام

اس سلسلے میں کئی ضروری کام تھے. جو تصنیف و تالیف کا سلجھا ہوا مذاق رکھنے والے اصحاب کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکتے تھے. تقویۃ الایمان کے مطالعے سے بیک نظر واضح ہوسکتا ہے کہ شاہ شہید نے اپنی دوسری تصانیف کی طرح اسے بھی قلم برداشتہ لکھ ڈالا تھا. اس سرزمین میں احیائے اسلامیت کے جن عظیم القدر مقاصد کی خاطر وہ اپنی حیات عزیز کے بیش بہا اوقات وقف فرماچکے تھے، ان میں غیر معمولی اشتغال و انہماک کے باعث بظاہر تقویۃ الایمان کے مسودے پر نظر ثانی کی بھی مہلت نہ مل سکی. کتاب کے سلسلے میں جو ضروری کام شاہ شہید خود انجام نہ دے سکے تھے، عقیدت مندوں کا فرض تھا کہ انہیں خود پورا کرتے.

مثلاً:

۱- کتاب میں جابجا ذیلی عنوانات لگائے جاتے. تاکہ اس کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ سہل اور نفع بخش بن جاتا.

۲- شاہ شہید نے حسب ضرورت احادیث کی عبارات نقل کردی ہیں. ضروری تھا کہ حواشی میں احادیث کی تخریج کی جاتی اور مطبوعہ کتابوں کے حوالے دیے جاتے.

۳ - شاہ شہید نے اپنے گردوپیش جن غیر شرعی مراسم و مشاغل کا ہجوم دیکھا ان کا ذکر اجمالاً کردیا۔ بعد کے زمانے میں وہ مراسم آہستہ آہستہ ناپید ہوتے گئے۔ ضروری تھا کہ ان کی کیفیت اختصاراً بیان کردی جاتی تاکہ پڑھنے والوں پر ان کا غیر مشروع ہونا مخفی نہ رہتا اور وہ اس نوع کی دوسری رسموں سے احتراز کرتے، جن کی ہئیت ہر دائرے میں مختلف تھی۔

۴ - شاہ شہید کے زمانے میں طریق املا دوسرا تھا۔ خصوصاً علامات اوقاف کے استعمال کا کوئی دستور نہ تھا۔ بعد میں طریق املا تدریجاً اصلاح پاتا رہا۔ ضروری تھا کہ پرانا طریق املا چھوڑ کر نیا طریق اختیار کیا جاتا اور جابجا اوقاف لگادیئے جاتے تاکہ عبارت آسان الفہم بن جاتی اور کتاب کی افادی حیثیت بڑھ جاتی۔

۵ - جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے تقویۃ الایمان اپنی سادگی و سلاست اور عبارت کی پختگی و دل نشینی کے اعتبار سے آج بھی ایک نادر کتاب ہے۔ تاہم اس کے بعض الفاظ و فقرات کا مطلب زیادہ واضح نہ تھا، ان کی تشریح ضروری تھی۔

افسوس! ان میں سے کوئی بھی کام نہ ہوسکا۔ بعض اصحاب نے اس طرف توجہ فرمائی تو وہ ان کاموں کو بقدر ضرورت پورا نہ کرسکے۔ انہیں مقاصد کی تکمیل کے لیے تقویۃ الایمان کی تبویب اور تخریج کی گئی۔

موجودہ دور

آج اس کتاب سے استفادے کا دائرہ بظاہر بہت وسیع ہوگیا ہے آج شاہ شہید عرف عام کے مطابق "وہابیت" نہیں بلکہ احیائے اسلامیت کے علم بردار مانے جاتے ہیں، جنہوں نے اس وقت پاک و ہند کی وسیع سرزمین پر صحیح اسلامی حکومت کے قیام کے لیے علم جہاد بلند کیا۔ جب مسلمانوں کی ہزار سالہ حکمرانی کے تمام نقوش مٹ رہے تھے۔ اس دور میں یہاں تطہیر و آزادی کا چراغ جلایا۔ جب ہر طرف بے چارگی اور مایوسی کی ظلمت چھائی ہوئی تھی اس حالت میں، مسلمانوں کو عزم و ہمت کی راہ دکھائی، جب ان کی شان فاتحیت پر نزع و اختصار کی کیفیت طاری تھی۔ آج ان کے مجاہدانہ کارناموں کا تذکرہ دین کی خدمت اور ملت کی صحیح تعلیم و تربیت کا ایک نہایت موثر ذریعہ سمجھا جاتا ہے لہذا تقویۃ الایمان کو زیادہ سے زیادہ جاذب اور شایان مطالعہ عام بنانا ایک بہت بڑی خدمت ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ شاہ شہید نے سوا سو سال پیشتر جو کچھ فرمایا تھا اس کی اہمیت و برتری کا ٹھیک ٹھیک اندازہ جس طرح موجودہ دور کرسکتا ہے پہلے ادوار نہ کرسکتے تھے۔

تقویۃ الایمان کی ترتیب

شاہ شہیدؒ نے تقویۃ الایمان کی ترتیب سے پیشتر توحید کے اثبات اور شرک و بدعات کی تردید کے لیے آیات و احادیث جمع کی تھیں اور اس مجموعے کا نام "ردّ الاشراک" رکھا تھا۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے ان احادیث کی تخریج کی اور مجموعے کو "الادراک لتخریج احادیث رد الاشراک" کے نام سے شائع کردیا۔ شاہ شہید نے اس مجموعے کے صرف ابتدائی حصے کو اردو کا جامہ پہنایا اور یہی تقویۃ الایمان ہے۔ بقیہ حصے کو مولوی سلطان محمد مرحوم نے تذکیر الاخوان کے نام سے اردو میں شائع کیا۔

یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ تقویۃ الایمان کس زمانے میں لکھی گئی۔ اس میں ایک مقام پر کعبہ مقدسہ کے صحن کا منظر پیش کیا گیا جس سے دل پر اثر پڑتا ہے کہ یہ منظر چشم دید ہے، لہٰذا سمجھا جاسکتا ہے کہ کتاب سفر حج سے واپس آکر لکھی گئی۔ ملّا صاحب بغدادی نے بعض اصحاب کی انگیخت سے تقویۃ الایمان پر کچھ اعتراضات کیے تھے شاہ شہید نے اس کے جواب میں ایک خط کانپور سے لکھا تھا، جس پر ۱۲۴۰ھ درج ہے۔ اس سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب سفر حج سے مراجعت پر ۱۲۴۰ھ کے اوائل میں لکھی گئی۔

اس زمانے میں شاہ شہید ہمہ تن دعوت تنظیم و جہاد کے لیے وقف ہو چکے تھے اور ۷ جمادی الاخری ۱۲۴۱ھ کو جہاد کے لیے روانہ ہو گئے۔

ملّا صاحب بغدادی نے تو شاہ شہید کا مکتوب پڑھ کر اپنی غلطی تسلیم کرلی۔ علمائے دہلی میں جس شخص نے شاہ شہید کی مخالفت میں زیادہ نمایاں حیثیت حاصل کی، وہ مولانا فضل حق خیر آبادی ہیں جن کے متعلق اب عام طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ علم و فضل میں بلند مرتبہ ہونے کے باوجود ان کے اعتقادی نظریے عوامی تھے۔ انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کے امکان و امتناع کا مسئلہ چھیڑ دیا اور قدرت و مشیت کا فرق پیش نظر نہ رکھا۔ شاہ شہید نے رسالہ یک روزی میں ان تمام اعتراضات کو بے بنیاد ثابت کردیا۔ یہ بحثیں تفصیلاً یہاں درج نہیں کی جاسکتیں۔

تقویۃ الایمان کے مختلف نسخے

کتاب کی از سر نو ترتیب و تہذیب کے سلسلے میں سب سے پہلا کام یہ تھا کہ ایسے نسخے فراہم کیے جاتے، جن پر بظاہر زیادہ اعتماد کی گنجائش تھی۔ جو نسخے پیش نظر رہے ان کی کیفیت یہ ہے۔

۱ - قلمی نسخہ مکتوبہ ۷ ذیقعدہ ۱۲۵۲ھ (۱۳ فروری ۱۸۳۷ء) کل ۱۱۴

صفحات، فی صفحہ ۱۴ سطر، فی سطر ۱۶ الفاظ. راقم کے علم میں یہ سب سے پرانا مخطوطہ ہے. بعض اوراق قدرے کرم خوردہ ہیں. ابتدائی آٹھ صفحے غائب ہیں.

۲ - قلمی نسخہ صفحات ۲۲۷ فی صفحہ ۸ سطر، فی سطر ۱۴ الفاظ، کتابت عمدہ، کاغذ اچھا تاریخ کتابت درج نہیں.

یہ دونوں نسخے خلیل الرحمن صاحب داؤدی نے مرحمت فرمائے.

۳ - تقویۃ الایمان مطبوعہ مطبع دارالعلوم دہلی ۱۸۴۷ء کل ۹۲ صفحات۔ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کونسا ایڈیشن ہے. ہمیں اب تک اس سے پیشتر کا مطبوعہ نسخہ نہیں مل سکا.

۴ - نستعلیق ٹائپ کا نسخہ . یہ مولانا محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح، مولوی عبدالطیف رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی کامل رحمۃ اللہ علیہ کے اہتمام، منشی غلام مولا رحمۃ اللہ علیہ منشی واجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں مطبع محسنی کلکتہ میں طبع ہوا تھا. تاریخ اتمام طباعت ۱۸۵۴ء ہے. اس میں متن کی تصحیح کا خاص اہتمام کیا گیا تھا عبارت کے مقابلے سے معلوم ہوا کہ مصحح نے کچھ عبارتیں بدل دی ہیں.

ان کے علاوہ مختلف ایڈیشن پیش نظر رہے، جن سے بطور خاص قابل ذکر جمعیت دعوت و تبلیغ کا شائع کردہ ایڈیشن ہے، جو مولانا محی الدین احمد قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرمایا تھا.

اصول ترتیب

کتاب کی از سر نو ترتیب و تہذیب کے اصول و حدود کے متعلق ان اصحاب علم و فضل سے مفصل گفتگوئیں ہوئیں، جو اس بارے میں رائے دینے کے اہل تھے۔ بعض کا خیال تھا کہ غیر متداول الفاظ و محاورات بدل دیئے جائیں اور بعض پیچیدہ عبارتوں میں اتنی ترمیم ضرور کردی جائے کہ ان کا مفہوم عہد حاضر کی کتابوں کے مطالعے کی عادی طبیعتوں پر بے تکلف واضح ہوجائے۔ اس قسم کی جزوی ترمیمیں پہلے بھی ہوچکی تھیں، لیکن عمیق غور وفکر کے بعد یہی مناسب ہوا کہ کسی حصے میں کوئی ترمیم نہ کی جائے اور متن کو انتہائی تحقیق و کاوش سے درست کرکے بجنسہ چھاپ دیا جائے۔ صرف اتنا کیا کہ شاہ شہید کے عہد کا طریق املا چھوڑ کر مروجہ طریق اختیار کرلیا۔ مثلاً:

۱ - شاہ شہید کے زمانے میں بعض الفاظ ملا کر لکھنے کا دستور تھا مثلاً "ملکر" "ہمکو" پیش نظر کتاب میں ہر لفظ الگ الگ لکھا گیا ہے۔

۲- شاہ شہید کے زمانے میں "ہو" اور "جائے" کو "ہووے" اور "جاوے" لکھتے تھے پیش نظر کتاب میں موجودہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

۳ - پوری کتاب میں جا بجا اوقاف لگادیئے ہیں تاکہ فقرے اور جملے

ممتاز رہیں. اس سلسلے میں بعض مقامات سے "اور" یا اس قسم کے دوسرے الفاظ حذف کردیئے، جو دراصل الٹی واؤ (کاما) اور وقفے (ڈیش) کا بدل تھے.

ہمارے نزدیک ان میں سے کسی بھی چیز کو متن میں تبدیلی قرار نہیں دیا جاسکتا اور یہ صرف طریق املا کا اختلاف ہے.

۴ - جن الفاظ یا فقرات کا مفہوم توضیح طلب تھا، ان کی توضیح حاشیے میں کردی گئی ہے، یا متن میں قوسین کے اندر ایک لفظ یا چند الفاظ بڑھادیئے گئے۔

۵ - جو احادیث متن میں جزواً نقل ہوئی تھیں، انہیں حاشیے میں مکمل دیا گیا ہے۔

۶ - شاہ شہید نے بعض آیات کے ترجمے میں صرف مطالب قرآنی اور اپنا مقصد پیش نظر رکھا. ایسی آیات کے لفظی ترجمے کے سلسلے میں شاہ عبدالقادر محدث رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ درج کردیا گیا ہے۔

آخری گزارش

اپنی ناچیز بساط کے مطابق انتہائی کوشش کی کہ کتاب کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ سہل اور جاذب انظار و قلوب بن جائے. اگر اس

سلسلے میں کچھ کامیابی حاصل ہوئی تو اسے اللہ تعالیٰ کے فضل لایزال کا کرشمہ سمجھتے ہیں. اگر کہیں فروگزاشت ہوئی تو اسے اپنے فکر و نظر کی لغزش تصور کرتے ہوئے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں. مقصود اس کے سوا کچھ نہیں کہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اس اہم دینی کارنامے سے استفادے کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو اور مسلمان حقیقی معنی میں مسلمان بن جائیں.

وَاٰخِرُ دَعوَانا اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ. والصَّلوٰۃُ والسَّلَامُ علٰی سَیِّدِ المُرسَلِینَ ٥

غلام رسول مہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

حمد و صلوٰہ

الٰہی تیرا ہزار بار شکر ہے کہ تو نے ہم پر بے شمار نعمتیں برسائیں، ہمیں اپنے سچے دین کی رہبری فرمائی، سیدھی راہ پر چلایا، موحد بنایا، پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا امتی بنایا، دین کا شوق دیا اور دینداروں کی محبت عطا فرمائی۔ اے رب ہماری طرف سے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر، ان کے اہل و عیال پر، ان کے صحابہ کرام پر اور ان کے جانشینوں پر اپنی رحمت و سلامتی کی بارش نازل فرما۔ ہمیں بھی ان میں شامل فرما اور اسلامی زندگی بسر کرنے کی توفیق دے اور اسلام پر ہمارا خاتمہ فرما اور ان کے تابعداروں کی فہرست میں ہمارا بھی نام لکھ لے آمین ثم آمین

بندہ اور بندگی

اما بعد۔ انسان سب ہی اللہ کے بندے ہیں بندے کا کام بندگی بجالانا ہے جو بندہ بندگی سے جی چرائے وہ بندہ نہیں۔ بندگی کا دارومدار

ایمان کی اصلاح پر ہے۔ جس کے ایمان میں خلل ہے اس کی بندگی غیر مقبول ہے اور جس کا ایمان درست ہے اس کی تھوڑی سی بندگی بھی قابل قدر ہے لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ایمان کو درست کرنے کی کوشش کرے اور اصلاح ایمان کو تمام چیزوں پر مقدم رکھے.

زمانے کی حالت

اس زمانے میں لوگوں نے مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں بعض باپ دادا کی رسموں پر چلتے ہیں، بعض بزرگوں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں، بعض علماء کی خود تراشیدہ باتوں کو بطور سند پیش کرتے ہیں اور بعض عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں اور دینی باتوں میں عقل کو دخل دیتے ہیں.

سب سے بہتر راہ

بہترین راہ یہی ہے کہ قرآن و حدیث کو معیار بنایا جائے. شرعی امور میں عقل سے دخل نہ دیا جائے اور ان ہی دو چشموں (یعنی قرآن و حدیث) سے روح کو سیراب کیا جائے. بزرگوں کی جو بات، علماء کا جو مسئلہ اور برادری کی جو رسم قرآن و حدیث کے موافق ہو اس کو مان لیا جائے اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دیا جائے.

دین کو سمجھنا مشکل نہیں

عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا بڑا مشکل ہے، اس کے لیے بڑے علم کی ضرورت ہے ہم جاہل کس طرح سمجھ سکتے ہیں اور کس طرح اس کے موافق عمل کرسکتے ہیں اس پر عمل بھی صرف ولی اور بزرگ ہی کرسکتے ہیں ان کا یہ خیال قطعی بے بنیاد ہے کیونکہ حق تعالی نے فرمایا کہ قرآن پاک کی باتیں صاف صاف اور سلجھی ہوئی ہیں:۔

وَلَقَدْ انزَلنَآ اِلَیکَ اٰیٰاتٍ بَیِّنَاتٍ وَ مَا یَکفُرُ بِهَآ اِلا الفَاسِقُونَ ٭

بلاشبہ ہم نے آپ پر صاف صاف آیتیں اتاری ہیں ان کا انکار فاسق ہی کرتے ہیں۔ (البقرہ ۹۹)

یعنی ان کا سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں نہایت آسان ہے البتہ ان پر عمل کرنا مشکل ہے کیونکہ نفس کو فرماں برداری مشکل معلوم ہوتی ہے، اسی لیے نافرمان ان کو نہیں مانتے۔

رسول کیوں آئے

قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے کچھ زیادہ علم کی ضرورت نہیں کیونکہ پیغمبر نادانوں کو راہ بتانے کے لیے جاہلوں کو سمجھانے کے لیے

اور بے علموں کو علم سکھانے ہی کے لیے آئے تھے فرمایا:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

اسی نے ناخواندوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں (شرک و کفر سے) پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے. یقیناً پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے. (سورہ الجمعة: ۲)

یعنی حق تعالی کی یہ بڑی زبردست نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول مبعوث فرمایا جس نے ناواقفوں کو واقف، ناپاکوں کو پاک، جاہلوں کو عالم، نادانوں کو دانا اور گمراہوں کو راہ یافتہ بنادیا. اس آیت کو سمجھنے کے بعد اب بھی اگر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ قرآن سمجھنا عالموں کا اور اس پر عمل کرنا بڑے بڑے بزرگوں ہی کا کام ہے تو اس نے اس آیت کو ٹھکرادیا اور رب کی اس جلیل الشان نعمت کی ناقدری کی بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اس کو سمجھ کر جاہل عالم اور گمراہ عمل کرکے بزرگ بن جاتے ہیں.

حکیم اور بیمار کی مثال

مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ ایک دانا حکیم ہے اور ایک شخص کسی بڑی بیماری میں مبتلا ہے. ایک شخص اس بیمار سے ازراہ ہمدردی

کہتا ہے کہ تم فلاں حکیم کے پاس جاکر اپنا علاج کرالو لیکن بیمار کہتا ہے کہ اس کے پاس جانا اور اس سے علاج کرانا ان تندرستوں کا کام ہے جن کی صحت بہت ہی اچھی ہو، میں تو سخت بیمار ہوں بھلا میں کس طرح جاکر علاج کراسکتا ہوں. کیا تم اس بیمار کو خبطی نہ سمجھوگے کہ نادان اس حاذق حکیم کی حکمت کو نہیں مانتا. کیونکہ حکیم تو بیماروں ہی کے لیے ہوتا ہے جو تندرستوں کا علاج کرے حکیم کیسے ہوا؟ مطلب یہ کہ جاہل اور گناہ گار کو بھی قرآن و حدیث کے سمجھنے اور احکام شرعیہ پر انتہائی سرگرمی سے عمل کرنے کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ ایک عالم اور بزرگ کو. لہٰذا ہر خاص وعام کا فرض ہے کہ کتاب و سنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے. انہیں کو سمجھنے کی کوشش کرے، انہیں پر عمل کرے اور انہیں کے سانچوں میں ایمان ڈھالے.

توحید و رسالت

یاد رکھو ایمان کے دو اجزاء ہیں. (۱) اللہ تعالیٰ کو الٰہ مطلق سمجھنا. (۲) رسول کو رسول تسلیم کرنا. اللہ کو الٰہ مطلق سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور رسول کو رسول تسلیم کرنا یہ ہے کہ انہیں کی راہ اختیار کی جائے. پہلا حصہ توحید ہے اور دوسرا حصہ اتباع سنت ہے. توحید کی ضد شرک ہے اور

سنت کی ضد بدعت ہے، ہر مسلمان کا فرض ہے کہ توحید اور اتباع سنت پر مضبوطی سے قائم رہے۔ انہیں سینے سے لگائے رکھے اور شرک و بدعت سے بچتا رہے۔ شرک و بدعت ہی متاع ایمان کے گھن ہیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے دوسرے گناہوں سے صرف اعمال میں خلل پیدا ہوتا ہے اس لیے جو شخص موحد اور متبع سنت ہو، شرک و بدعت سے متنفّر ہو اور اس کے پاس بیٹھنے سے توحید و اتباع سنت کا شوق پیدا ہوتا ہو، اسی کو استاد و پیر سمجھنا چاہیے۔

رسالہ تقویۃ الایمان

ہم نے اس رسالہ میں چند آیتیں اور حدیثیں جن میں توحید اور اتباع سنت کا بیان ہے اور شرک و بدعت کی برائی ہے، جمع کر دی ہیں جن کا ترجمہ شگفتہ اور سلیس اردو میں کردیا گیا ہے اور ان پر مختصر نوٹ بھی وضاحت کے لئے دے دیئے گئے ہیں تاکہ ہر خاص و عام اس سے فائدہ اٹھا سکے اور جس کو اللہ تعالی چاہے سیدھی راہ پر لے آئے۔ اللہ کرے ہمارا یہ کام ہماری اخروی نجات کا سبب بن جائے آمین۔ اس کا نام "تقویۃ الایمان" ہے اس میں دو باب ہیں، پہلے باب میں توحید کا بیان اور شرک کی برائی ہے اور دوسرے باب میں اتباع سنت کا بیان اور بدعت کی برائی ہے۔

پہلا باب

توحید کا بیان

عوام کی بے خبری

عام طور پر لوگوں میں شرک پھیلا ہوا ہے. توحید نایاب ہے اکثر ایمان کے دعویٰ دار توحید و شرک کے معنی نہیں سمجھتے مسلمان ہیں مگر بے شعوری میں شرک میں گرفتار ہیں لہٰذا پہلے توحید و شرک کے معنی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ قرآن اور حدیث سے ان کی بھلائی اور برائی معلوم ہوسکے.

شرک کے کام

عموماً لوگ آڑے وقت پیروں کو، پیغمبروں کو، اماموں کو، شہیدوں کو، فرشتوں کو اور پریوں کو پکارا کرتے ہیں انہیں سے مرادیں مانگتے ہیں. انہیں کی منتیں مانتے ہیں. مرادیں بر لانے کے لیے انہیں پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں اور بیماریوں سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کو انہیں کی طرف منسوب کردیتے ہیں. کسی کا نام عبدالنبی، کسی کا علی بخش، کسی کا حسین بخش، کسی کا پیر بخش، کسی کا مدار

بخش، کسی کا سالار بخش، کسی کا غلام محی الدین اور کسی کا غلام معین الدین وغیرہ ہے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور ذبح کرتا ہے، کوئی مشکل پڑنے پر کسی کو پکارتا ہے اور کوئی کسی کی قسم کھاتا ہے۔ غیر مسلم جو معاملہ دیوی دیوتاؤں سے کرتے ہیں وہی یہ نام نہاد مسلمان انبیاء، اولیاء، ائمہ، شہداء، ملائک اور پریوں سے کرتے ہیں اس کے باوجود مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ اللہ پاک نے سچ فرمایا:-

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ

اکثر لوگ اللہ پر ایمان لاکر بھی شرک کرتے ہیں۔ (سورہ یوسف ۱۰۶)

دعوی ایمان کا، کام شرک کے

یعنی اکثر دعویداران ایمان شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اگر کوئی ان سے کہے کہ تم دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہو مگر شرک میں گرفتار رہتے ہو کیوں شرک و ایمان کی متضاد راہوں کو ملا رہے ہو تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم شرک نہیں کر رہے بلکہ انبیاء اور اولیاء سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے عقیدت مند ہیں۔ شرک تو تب ہوتا جب ہم انہیں اللہ کے برابر سمجھتے۔ ہم تو انہیں اللہ کے بندے اور مخلوق ہی سمجھتے ہیں اللہ نے انہیں قدرت و تصرف بخشا ہے یہ اللہ

ہی کی مرضی سے دنیا میں تصرف کرتے ہیں ان کو پکارنا اللہ ہی کو پکارنا ہے اور ان سے مدد مانگنا اللہ ہی سے مدد مانگنا ہے یہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں کریں. یہ ہمارے سفارشی اور وکیل ہیں. ان کے ملنے سے رب مل جاتا ہے اور ان کے پکارنے سے رب کا تقرب حاصل ہوتا ہے. جتنا ہم انہیں مانیں گے اسی نسبت سے ہم اللہ کے نزدیک ہوتے جائیں گے. اور اس قسم کی فضول باتیں کی جاتی ہیں.

قرآن کا فیصلہ

ان سب باتوں کا واحد سبب یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن و حدیث چھوڑ بیٹھے. شریعت میں عقل سے کام لیا. جھوٹے افسانوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور غلط رسموں کو دلیلوں میں پیش کرتے ہیں اگر ان کے پاس قرآن و حدیث کا علم ہوتا تو ان کو معلوم ہوجاتا کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بھی مشرک اسی قسم کی دلیلوں کو پیش کیا کرتے تھے. اللہ پاک کا ان پر غصہ نازل ہوا، اور اس نے انہیں جھوٹا بتایا. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾

وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہیں جو انہیں نہ نقصان

پہنچا سکیں اور نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں آپ فرمادیں کہ تم اللہ کو وہ خبر دے رہے ہو جسے وہ آسمان و زمین میں نہیں جانتا (یعنی جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے) وہ ان کے شریکوں سے پاک و برتر ہے۔ (سورہ یونس : ۱۸)

اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں

یعنی مشرک جن چیزوں کے پرستار ہیں وہ بالکل بے بس ہیں۔ ان میں نہ کسی کو فائدہ پہنچانے کی قدرت ہے اور نہ نقصان کی اور ان کا یہ کہنا کہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کریں گے، غلط ہے کیونکہ اللہ نے یہ بات بتائی نہیں، پھر کیا تم آسمان و زمین کی باتوں کو اللہ سے زیادہ جانتے ہو جو تم کہتے ہو کہ وہ ہمارے سفارشی ہوں گے؟ معلوم ہوا کہ کائنات میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں کہ اگر اس کو مانا جائے تو وہ فائدہ پہنچائے اگر نہ مانا جائے تو نقصان پہنچائے بلکہ انبیاء اور اولیاء کی سفارش بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ آڑے وقت ان کے پکارنے یا نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا سفارشی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ

يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ۝

دیکھو اللہ ہی کے لیے خالص دین ہے اور جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو حمایتی بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہم کو مرتبہ میں اللہ کے نزدیک کردیں یقیناً اللہ ان کے اختلافات میں فیصلہ فرمائے گا۔ یاد رکھو کہ اللہ جھوٹے اور ناشکرے کی رہبری نہیں فرماتا۔ (سورہ الزمر : ۳)

اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہیں

یعنی حق بات تو یہ تھی کہ اللہ انسان سے بہت ہی قریب ہے لیکن اس کو چھوڑ کر یہ بات تراشی کہ بت ہمیں اللہ سے قریب کردیں گے اور ان کو اپنا حمایتی سمجھا اور اللہ کی اس نعمت کو کہ وہ براہ راست سب کی سنتا ہے اور سب کی امیدیں برلاتا ہے ٹھکرا دیا اور غیروں سے دعائیں کرنے لگے کہ وہ اُن کی امیدیں برلائیں اور پھر طرّہ یہ کہ غلط اور نامعقول راہ سے اللہ کا قرب بھی تلاش کیا جاتا ہے۔ بھلا ان احسان فراموشوں اور جھوٹوں کو کیسے ہدایت ہوسکتی ہے۔ یہ تو اس ٹیڑھی راہ پر جس قدر چلیں گے اسی قدر سیدھی راہ سے دور ہوتے جائیں گے۔

اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی غیروں کو یہ سمجھ کر پوجے کہ ان کے پوجنے سے اللہ کی نزدیکی مل جائے گی وہ مشرک، جھوٹا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ٹھکرا دینے والا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾

آپ فرمادیں کہ ایسا شخص کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا تصرف و اختیار ہے اور وہ پناہ دینے والا بھی ہو اور اس کے مقابلے پر کوئی اور پناہ بھی نہ دے سکے اگر تمہیں علم ہے (تو جواب دو)؟ وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے آپ فرمادیں کہ پھر تم کیوں دیوانے بنے جاتے ہو؟ (سورہ المومنون : ۸۸ - ۸۹)

یعنی اگر مشرکوں سے بھی پوچھا جائے کہ کائنات عالم میں وہ کون ہے جس کا تصرف و اختیار ہے اور جس کے مقابلے پر کوئی کھڑا نہ ہوسکے تو وہ اللہ ہی کو بتائیں گے پھر غیروں کا ماننا دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ اللہ نے کسی کو کائنات میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں بخشی اور نہ ہی کوئی کسی کا حمایتی ہوسکتا ہے. علاوہ ازیں عہد رسالت کے مشرک بھی بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے

تھے بلکہ انہیں اسی کے بندے اور مخلوق سمجھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ان میں الٰہی قوتیں نہیں ہیں مگر انہیں پکارنا، ان کی منتیں ماننا، ان پر بھینٹ چڑھانا اور انہیں وکیل اور سفارشی سمجھنا ہی ان کا شرک تھا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی سے ایسا ہی برتاؤ کرے اگرچہ اسے بندہ اور مخلوق ہی سمجھتا ہو، وہ اور ابوجہل دونوں شرک میں برابر ہیں۔

شرک کی حقیقت

شرک یہی نہیں ہے کہ کسی کو اللہ کے برابر یا اس کے مقابلے کا مانا جائے بلکہ شرک یہ بھی ہے کہ جو چیزیں اللہ پاک نے اپنی ذات والا صفات کے لیے مخصوص فرمائی ہیں اور بندوں پر بندگی کی علامتیں قرار دی ہیں انہیں غیروں کے آگے بجالایا جائے مثلاً سجدہ، اللہ کے نام کی قربانی، منت، مشکل کے وقت پکارنا۔ اللہ تعالیٰ کو بذاتہ ہر جگہ حاضر سمجھنا، قدرت و تصرف وغیرہ میں دوسروں کا بھی کچھ حصہ جاننا، سب شرک کی مختلف شکلیں ہیں، سجدہ صرف اللہ ہی کی ذات اقدس کے لیے مخصوص ہے، قربانی اسی کے لیے کی جاتی ہے، منت اسی کی مانی جاتی ہے، مشکل کے وقت اسی کو پکارا جاتا ہے، وہی ہر جگہ حاوی و نگراں ہے اور ہر طرح کا تصرف و اختیار اسی کے قبضے

میں ہے، اگر ان میں سے کوئی صفت غیر اللہ میں بھی مانی جائے تو شرک ہے گو اس کو اللہ سے چھوٹا ہی سمجھا جائے اور اللہ کی مخلوق اور اس کا بندہ ہی مانا جائے پھر اس معاملہ میں نبی، ولی، جن، شیطان، بھوت، پریت اور پری وغیرہ سب برابر ہیں جس سے بھی یہ معاملہ کیا جائے شرک ہوگا اور کرنے والا مشرک ہوجائے گا۔ چنانچہ اللہ پاک نے بت پرستوں کی طرح یہودیوں اور عیسائیوں پر بھی عتاب کیا ہے حالانکہ وہ بت پرست نہ تھے البتہ انبیاء اور اولیاء سے ایسا ہی معاملہ رکھتے تھے۔ فرمایا :- اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

انہوں نے اللہ کے بجائے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں ایک ہی اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو مشرکوں کے شرک سے پاک اور بلند و برتر ہے۔ (سورہ التوبہ)

یعنی اللہ کو تو سب سے بڑا مالک جانتے ہیں اور اس سے چھوٹے دوسرے مالکوں کے بھی قائل ہیں جو ان کے مولوی اور درویش ہیں انہیں اس بات کا حکم نہیں ملا وہ شرک کررہے ہیں۔ اللہ پاک تو تن تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا سب اس کے

بے بس بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :- اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

آسمان و زمین کا ایک ایک شخص رحمن کے سامنے غلامانہ حیثیت میں آنے والا ہے. رب نے انہیں شمار کر رکھا ہے اور ایک ایک کو گن رکھا ہے اور سارے اس کے سامنے فرداً فرداً آنے والے ہیں

(سورہ مریم : ۹۳ - ۹۵)

یعنی انسان ہو یا فرشتہ اللہ کا غلام ہے اللہ کے سامنے اس کا اس سے زیادہ رتبہ نہیں، یہ اللہ کے قبضے میں ہے اور عاجز و بے بس ہے اس کے اختیار میں کچھ نہیں سب کچھ مالک الملک کے اختیار میں ہے. وہی سب پر قابض و متصرّف ہے. کسی کو کسی کے قبضے میں نہیں دیتا. اس کے سامنے حساب و کتاب کے لیے ہر شخص حاضر ہونے والا ہے. وہاں نہ کوئی کسی کا وکیل بنے گا اور نہ حمایتی. قرآن پاک میں ان مضامین کے سلسلے میں سینکڑوں آیتیں ہیں لیکن ہم نے نمونے کے طور پر چند آیتیں لکھ دی ہیں جس شخص نے انہیں سمجھ لیا وہ ان شاء اللہ شرک اور توحید کو اچھی طرح سمجھ جائے گا.

دوسرا باب

شرک کی قسمیں

اب یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ پاک نے کون کون سی چیزیں اپنی ذات کے لیے مخصوص فرمائی ہیں تاکہ ان میں کسی کو شریک نہ کیا جائے. ایسی چیزیں بے شمار ہیں، ہم یہاں چند چیزوں کو بیان کر کے قرآن و حدیث سے ثابت کریں گے تاکہ لوگ ان کی مدد سے دوسری باتیں بھی سمجھ لیں.

۱- علم میں شرک

پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بحیثیت علم ہر جگہ حاضر و ناظر ہے یعنی اس کا علم ہر چیز کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے. یہی وجہ ہے کہ وہ ہر چیز سے ہر وقت باخبر ہے. خواہ وہ چیز دور ہو یا قریب، پوشیدہ ہو یا ظاہر، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہو یا سمندر کی تہ میں یہ اللہ ہی کی شان ہے کسی اور کی یہ شان نہیں. اگر کوئی اٹھتے بیٹھتے کسی غیر اللہ کا نام لے یا دور و نزدیک سے اسے پکارے کہ وہ اس کی مصیبت رفع کر دے یا دشمن پر اس کا نام پڑھ کر حملہ کرے یا اس کے نام کا ختم پڑھے یا اس کے نام کا ورد رکھے یا

اس کا تصور ذہن میں جمائے اور یہ عقیدہ رکھے کہ جس وقت میں زبان سے اس کا نام لیتا ہوں یا دل میں تصور یا اس کی صورت کا خیال کرتا ہوں یا اس کی قبر کا دھیان کرتا ہوں تو اس کو خبر ہوتی ہے. میری کوئی بات اس سے چھپی ہوئی نہیں. اور مجھ پر جو حالات گزرتے ہیں جیسے بیماری و صحت، فراخی و تنگی، موت و حیات اور غم و مسرّت اس کو ان سب کی ہر وقت خبر رہتی ہے جو بات میری زبان سے نکلتی ہے وہ اسے سن لیتا ہے اور میرے دل کے خیالات اور تصورات سے واقف رہتا ہے. ان تمام باتوں سے شرک ثابت ہوجاتا ہے. یہ شرک فی العلم ہے یعنی حق تعالیٰ جیسا علم غیر اللہ کے لیے ثابت کرنا. بلاشبہ اس عقیدے سے انسان مشرک ہوجاتا ہے خواہ یہ عقیدہ کسی بڑے سے بڑے انسان کے متعلق رکھے یا مقرب سے مقرب فرشتے کے بارے میں، چاہے ان کا یہ علم ذاتی سمجھا جائے یا اللہ کا عطا کیا ہوا، ہر صورت میں شرکیہ عقیدہ ہے۔

۲- تصرف میں شرک

کائنات میں ارادے سے تصرف و اختیار کرنا، حکم چلانا، خواہش سے مارنا اور زندہ کرنا، فراخی و تنگی، تندرستی و بیماری، فتح و شکست، اقبال و ادبار، مرادیں برلانا، بلائیں ٹالنا، مشکل میں دستگیری کرنا اور

وقت پڑنے پر مدد کرنا یہ سب کچھ اللہ ہی کی شان ہے کسی غیر اللہ کی یہ شان نہیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا انسان یا فرشتہ کیوں نہ ہو. پھر جو شخص اللہ کے بجائے کسی اور میں ایسا تصرف ثابت کرے، اس سے مرادیں مانگے اور اسی غرض سے اس کے نام کی منت مانے یا قربانی کرے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے کہ وہ اس کی بلائیں ٹال دے، ایسا شخص مشرک ہے اور اس کو شرک فی التصرف کہا جاتا ہے. یعنی اللہ کا سا تصرف غیر اللہ میں مان لینا شرک ہے خواہ وہ ذاتی مانا جائے یا اللہ کا دیا ہوا. ہر صورت میں یہ عقیدہ شرکیہ ہے.

۳ - عبادت میں شرک

اللہ تعالیٰ نے بعض کام اپنی عبادت کے لیے مخصوص فرمادیے ہیں جن کو عبادات کہا جاتا ہے جیسے سجدہ، رکوع، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، اللہ کے نام پر خیرات کرنا، اس کے نام کا روزہ رکھنا اور اس کے مقدس گھر کی زیارت کے لیے دور دور سے سفر کرکے آنا اور ایسی ہئیت میں آنا کہ لوگ پہچان جائیں کہ یہ زائرین حرم ہیں. راستے میں اللہ ہی کا نام پکارنا، نامعقول باتوں سے اور شکار سے بچنا، پوری احتیاط سے جاکر اس کے گھر کا طواف کرنا، اس کی طرف سجدہ کرنا، اس کی طرف قربانی کے جانور لے جانا، وہاں منتیں ماننا، کعبہ پر غلاف چڑھانا،

کعبہ کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعائیں مانگنا دین و دنیا کی بھلائیاں طلب کرنا، حجر اسود کو چومنا، کعبہ کی دیوار سے منہ اور چھاتی لگانا، اس کا غلاف پکڑ کر دعائیں مانگنا، اس کے چاروں طرف روشنی کرنا، اس میں خادم بن کر رہنا، جھاڑو دینا، حاجیوں کو پانی پلانا، وضو کے لیے اور غسل کے لیے پانی مہیا کرنا، آب زمزم کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، سیر ہو کر پینا، آپس میں تقسیم کرنا، عزیز و اقارب کے لیے لے جانا، اس کے آس پاس کے جنگل کا ادب و احترام کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، جانور نہ چرانا یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے طور پر مسلمانوں کو بتائے ہیں۔ پھر اگر کوئی شخص نبی کو یا ولی کو یا بھوت و پریت کو یا جن و پری کو یا کسی سچی یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان یا چلے کو یا کسی کے مکان و نشان کو یا کسی کے تبرک و تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے لیے روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جائے یا چڑھاوا چڑھائے یا ان کے نام کا جھنڈا لگائے یا جاتے وقت الٹے پاؤں چلے یا قبر کو چومے یا قبروں یا دیگر مقامات کی زیارت کے لیے دور سے سفر کر کے جائے یا وہاں چراغ جلائے اور روشنی کا انتظام کرے یا ان کی دیواروں پر غلاف چڑھائے یا قبر پر چادر چڑھائے یا مور چھل جھلے یا شامیانہ تانے یا ان کی چوکھٹ کا بوسہ لے یا ہاتھ

باندھ کر دعائیں مانگے یا مرادیں مانگے یا مجاور بن کر خدمت کرے یا اس کے آس پاس کے جنگل کا ادب کرے۔ غرض اس قسم کا کوئی کام کرے تو اس نے کھلا شرک کیا اس کو شرک فی العبادت کہتے ہیں۔ یعنی غیر اللہ کی تعظیم اللہ کی سی کرنا خواہ یہ عقیدہ ہو کہ وہ ذاتی اعتبار سے ان تعظیموں کے لائق ہے یا اللہ ان کی اس طرح تعظیم کرنے سے خوش ہوتا ہے اور اس کی تعظیم کی برکت سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ ہر صورت میں یہ شرکیہ عقیدہ ہے۔

۴ - روزمرہ کے کاموں میں شرک

حق تعالیٰ نے بندوں کو یہ ادب سکھایا ہے کہ وہ دنیوی کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی تعظیم بجالائیں تاکہ ایمان بھی سنور جائے اور کاموں میں برکت بھی ہو جیسے مصیبت کے وقت اللہ کی نذر مان لینا اور مشکل کے وقت اسی کو پکارنا اور کام شروع کرتے وقت برکت کے لیے اسی کا نام لینا۔ اگر اولاد ہو تو اس نعمت کے شکریہ کے لیے اس کے نام پر جانور ذبح کرنا۔ اولاد کا نام عبداللہ، عبدالرحمن، الٰہی بخش، اللہ دیا، امت اللہ اور اللہ دی وغیرہ رکھنا۔ کھیتی کی پیداوار میں سے تھوڑا سا غلہ اس کے نام کا نکالنا۔ پھلوں میں سے کچھ پھل اس کے نام کے نکالنا۔ جانوروں میں سے کچھ

جانور اللہ کے نام کے مقرر کرنا اور اس کے نام کے جو جانور بیت اللہ کو لے جائے جائیں ان کا ادب و احترام بجالانا یعنی نہ ان پر سوار ہونا نہ انہیں لادنا۔ کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں اللہ کے حکم پر چلنا۔ جن چیزوں کے استعمال کا حکم ہے صرف انہیں استعمال کرنا اور جن کی ممانعت ہے ان سے باز رہنا۔ دنیا میں گرانی اور ارزانی، صحت و بیماری، فتح و شکست، اقبال و ادبار اور رنج و مسرت جو کچھ بھی پیش آتا ہے سب کو اللہ کے اختیار میں سمجھنا۔ ہر کام کا ارادہ کرتے وقت ان شاء اللہ کہنا مثلاً یوں کہنا کہ ان شاء اللہ ہم فلاں کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کو اس عظمت کے ساتھ لینا جس سے اس کی تعظیم نمایاں ہو اور اپنی غلامی کا اظہار ہوتا ہو جیسے یوں کہنا ہمارا رب، ہمارا مالک، ہمارا خالق، ہمارا معبود وغیرہ۔ اگر کسی موقع پر قسم کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو اسی کے نام کی قسم کھانا یہ تمام باتیں اور اسی قسم کی دیگر باتیں اللہ پاک نے اپنی تعظیم ہی کے واسطے مقرر فرمائی ہیں پھر جو کوئی اسی قسم کی تعظیم غیر اللہ کی کرے مثلاً کام رکا ہوا ہو یا بگڑ رہا ہو اس کو چالو کرنے یا سنوارنے کے لیے غیر اللہ کی نذر مان لی جائے۔ اولاد کا نام عبدالنبی، امام بخش، پیر بخش رکھا جائے۔ کھیت و باغ کی پیداوار میں ان کا حصہ رکھا جائے۔

جب پھل تیار ہوکر آئیں تو پہلے ان کے نام کا حصہ الگ کردیا جائے تب اسے استعمال میں لایا جائے. جانوروں میں ان کے نام کے جانور مقرر کردیئے جائیں پھر ان کا ادب و احترام بجالایا جائے. پانی سے یا چارے سے انہیں نہ ہٹایا جائے، لکڑی سے یا پتھر سے انہیں نہ مارا جائے اور کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں رسموں کا خیال رکھا جائے کہ فلاں فلاں لوگ فلاں فلاں کھانا نہ کھائیں، فلاں فلاں کپڑا نہ پہنیں، بی بی (۱) کی صحنک مرد نہ کھائیں، لونڈی نہ کھائے اور شوہر والی عورت نہ کھائے، شاہ عبدالحق کا توشہ حقہ پینے والا نہ کھائے، دنیا کی بھلائی برائی کو انہیں کی طرف منسوب کیا جائے کہ فلاں فلاں ان کی لعنت میں گرفتار ہے پاگل ہوگیا ہے. فلاں محتاج ہے انہیں کا دھتکارا ہوا تو ہے اور دیکھو فلاں کو انہوں نے نوازا تھا آج سعادت و اقبال اس کے پاؤں چوم رہے ہیں. فلاں تارے کی

---

(۱) "بی بی" سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کے نام کی نیاز "بی بی" کی صحنک کہلاتی تھی "صحنک" یعنی مٹی کا چھوٹا طباق۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نیاز جہانگیر کے زمانے میں شروع ہوئی۔ بادشاہ نے نور جہاں سے شادی کی اور اس کا اثر رسوخ بہت بڑھ گیا تو جہانگیر کی بعض بیگمات نے یہ رسم ایجاد کی اور شرط یہ رکھی کہ اس نیاز میں وہی عورتیں شریک ہوسکتی ہیں جنہوں نے نکاح ثانی نہ کیا ہو۔ اس شے کو وہ پاک دامنی کا کمال جانتی تھیں۔ مقصود اس سے محض نور جہاں کی سبکی اور توہین تھی۔ رفتہ رفتہ یہ نیاز عام ہوگئی۔ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں گھر گھر اس کا رواج ہوگیا تھا اور اس میں کئی شرطیں بڑھادی گئی تھیں۔

وجہ سے قحط آیا. فلاں کام فلاں ساعت میں، فلاں دن شروع کیا گیا تھا اس لیے پورا نہ ہوا یا یہ کہا جائے کہ اگر اللہ اور رسول چاہے گا تو میں آؤں گا یا پیر صاحب کی مرضی ہوگی تو یہ بات ہوگی، یا گفتگو میں داتا، بے پرواہ، خداوند خدائیگان، مالک الملک اور شہنشاہ جیسے الفاظ استعمال کئے جائیں. قسم کی ضرورت پڑجائے تو نبی کی یا قرآن کی یا علیؓ کی یا امام و پیر کی یا ان کی قبروں یا اپنی جان کی قسم کھائی جائے. ان تمام باتوں سے شرک پیدا ہوتا ہے اور اس کو شرک فی العادت کہتے ہیں. یعنی عام کاموں میں جیسی اللہ کی تعظیم کرنی چاہیے ویسی غیر اللہ کی تعظیم کی جائے. شرک کی ان چاروں قسموں کا قرآن و حدیث میں صراحت کے ساتھ بیان آیا ہے لہٰذا ہم نے یہ مسائل آئندہ ابواب میں ذکر کردیے ہیں۔

تیسرا باب

شرک کی برائی - توحید کی خوبیاں

شرک معاف نہیں ہو سکتا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ
وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ﴿۱۱۶﴾

یاد رکھو اللہ پاک اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو معاف نہیں فرماتا اور اس کے سوا جسے چاہے معاف فرمادے اور جس نے شرک کیا وہ راہ سے بہت دور بھٹک گیا۔ (سورہ النساء ۱۱۶)

یعنی اللہ کی راہ سے بھٹکنا یہ بھی ہے کہ انسان حلال و حرام میں تمیز نہ کرے چوری کرے، بیکاری میں مبتلا رہے۔ نماز روزہ چھوڑ بیٹھے۔ بیوی بچوں کی حق تلفی کرنے لگے۔ ماں باپ کی نافرمانی پر تلا رہے لیکن جو شرک کی دلدل میں پھنس گیا وہ راہ سے زیادہ بھٹک گیا کیونکہ وہ ایک ایسے گناہ میں مبتلا ہو گیا جس کو حق تعالیٰ بلا توبہ کبھی نہ معاف فرمائے گا اور دوسرے گناہوں کو شائد اللہ تعالیٰ بلا توبہ معاف فرمادے۔ معلوم ہوا کہ شرک ناقابل عفو (معافی) جرم ہے اس کی سزا قطعی مل کر رہے گی اگر انتہائی درجہ کا شرک ہے جس سے

انسان کافر ہوجاتا ہے تو اس کی سزا ابدی جہنم ہے، نہ اس سے نکالا جائے گا اور نہ اس میں اسے چین اور آرام میسر آئے گا اور جو کم درجے کے شرک ہیں، ان کی سزا حق تعالیٰ کے یہاں جو مقرر ہے وہ ضرور ملے گی۔ (۱)

اور دیگر گناہوں کی حق تعالی کے یہاں جو سزائیں مقرر ہیں وہ اللہ کی مرضی پر ہیں خواہ دے یا نہ دے۔

شرک کی مثال

یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ اس کو اس مثال سے سمجھو۔ مثلاً بادشاہ کے یہاں رعیت کے لیے ہر قسم کی سزائیں مقرر ہیں۔ مثلاً چوری، ڈکیتی، پہرہ دیتے دیتے سوجانا، دربار میں دیر سے پہنچنا، میدان جنگ سے بھاگ آنا، اور سرکار کے پیسے پہنچانے میں کوتاہی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب جرموں کی سزائیں مقرر ہیں اب بادشاہ کی مرضی ہے چاہے تو سزا دے اور چاہے معاف کردے لیکن بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں جن سے بغاوت ظاہر ہوتی ہے مثلاً کسی امیر کو یا وزیر کو یا چودھری کو یا رئیس کو یا بھنگی کو یا چمار کو بادشاہ کی موجودگی میں بادشاہ بنادیا جائے تو اس قسم کی حرکت

(۱) شرک اکبر ہو یا اصغر بہر حال ممنوع ہے اور توحید کے منافی۔

بغاوت ہے یا ان میں سے کسی کے واسطے تاج یا تخت شاہی بنایا جائے یا اسے ظل سبحانی کہا جائے یا اس کے سامنے شاہانہ آداب بجالائے جائیں یا اس کے لیے ایک جشن کا دن ٹھہرایا جائے اور بادشاہ کی سی نذر دی جائے۔ یہ جرم تمام جرموں سے بڑا ہے اور اس جرم کی سزا یقیناً ملنی چاہیے۔ جو بادشاہ اس قسم کے جرائم کی سزاوں سے غفلت برتتا ہے اس کی سلطنت کمزور ہوتی ہے ارباب دانش اس قسم کے بادشاہ کو نااہل کہتے ہیں۔ لوگو! اس مالک الملک غیرت مند بادشاہ سے ڈر جاؤ جس کی طاقت کا حد و شمار نہیں وہ اعلیٰ درجے کا غیرت والا ہے بھلا وہ مشرکوں کو کیوں سزا نہ دے گا اور بلا سزا انہیں کیونکر چھوڑدے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں پر رحم فرمائے اور انہیں شرک جیسی خطرناک آفت سے محفوظ رکھے۔ آمین

شرک سب سے بڑا عیب ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۣ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝۱۳

جب لقمان علیہ السلام نے نصیحت کرتے وقت اپنے بیٹے سے کہا بیٹا اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا شرک یقیناً بڑا بھاری ظلم ہے۔

(لقمان ۱۳)

یعنی اللہ پاک نے حضرت لقمان کو بصیرت عطا فرمائی تھی. انہوں نے عقل سے معلوم کیا کہ کسی کا حق کسی کو دے دینا بڑی بے انصافی ہے۔ پھر جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل شخص کو دے دیا کیونکہ اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا بے انصافی ہوگی. یقین مانو کہ ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب فرشتہ اس کی حیثیت شان الوہیت کے مقابلے پر ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے. معلوم ہوا کہ جس طرح شریعت نے شرک کو بڑا بھاری گناہ بتایا اسی طرح عقل بھی اس کو بڑا گناہ مانتی ہے. شرک تمام عیبوں سے بڑا عیب ہے سچی بات یہی ہے کیونکہ انسان میں سب سے بڑا عیب یہی ہے کہ وہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے۔ پھر اللہ سے بڑھ کر بڑا کون ہوسکتا ہے اور شرک اس کی شان میں بے ادبی ہے.

توحید ہی راہ نجات ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۝

آپ ؐ سے پہلے ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہم نے اس کو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔
(سورہ انبیاء : ۲۵)

یعنی تمام رسول، اللہ کے پاس سے یہی حکم لے کر آئے کہ صرف اللہ ہی کو مانا جائے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانا جائے۔ معلوم ہوا کہ توحید کا حکم اور شرک سے ممانعت تمام شریعتوں کا ایک متفقہ مسئلہ ہے اس لیے صرف یہی راہ نجات ہے باقی تمام راہیں غلط ہیں۔

اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے

وَأخرَجَ مُسْلم عَن أبيْ هرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعالىٰ عنهُ قَال قَال رَسُولُ اللهِ صلّی اللهُ علیه وَسلّم قَال اللهُ تعالىٰ أغنَي الشُّركاء عنِ الشِركِ من عملَ عملاً أشرَكَ فِيه مَعِی غَيرِي تَركتُه و شركه و أنا منهُ برئ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا میں شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے پرواہ ہوں جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے میرے ساتھ غیر کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے شریک

کو چھوڑ دیتا ہوں اور اس سے بیزار ہو جاتا ہوں۔ (۱)

یعنی جس طرح اور لوگ اپنی مشترک چیز آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں میں اس طرح نہیں کرتا۔ کیونکہ میں بے پرواہ ہوں جس نے میرے لیے عمل کیا اور اس میں غیر کو بھی شریک کر لیا تو میں اپنا حصہ بھی نہیں لیتا بلکہ سارا عمل دوسرے ہی کے لیے چھوڑ دیتا ہوں اور اس سے بیزار ہو جاتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کے واسطے کوئی عمل کرے اور وہی عمل کسی غیر اللہ کے واسطے کرے تو اس نے شرک کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکوں کی عبادت جو اللہ کے لیے کی جائے، ناقابل قبول ہے حق تعالیٰ اس سے بیزار ہے۔

ازل میں توحید کا اقرار

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:- وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ﴿۱۷۲﴾ أَوْ تَقُولُوٓا إِنَّمَآ أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۱۷۳﴾

اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی

---

(۱) مشکوٰۃ میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں: ترجمہ:- "میں اس سے بیزار ہوں۔ جس کے لئے اس نے یہ کام کیا ہے وہی اس کو اس کا بدلہ دے" (۱- مشکوٰۃ مطبوعہ مجتبائی ۴۵۴،

۲- "الادراک لتخریج احادیث رد الاشراک" شمولہ "قطف الثمر" نواب صدیق حسن خاں ۳۴)

اور ان سے اقرار کروایا (یعنی ان سے پوچھا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں وہ کہنے لگے کیوں نہیں! ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا رب ہے) یہ ہم نے اقرار اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے غافل تھے یا کہنے لگو کہ ہمارے باپ دادا نے پہلے سے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کی اولاد تھے (جو) ان کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہل باطل کرتے رہے اس کے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے (سورہ الاعراف : ۱۷۳)

أخرَجَ احمدُ عَن أبي بنِ كعب رَضيَ اللهُ عنهُ في تفسيرِ قَولِ اللهِ عزوَجلّ وَاِذاخَذَ ربُّكَ مِن بَنِي آدمَ مِن ظُهُورِ هِم ذُرِّيتهُم قالَ جَمعَهُم فجَعَلَهُم أزوَاجًا ثُمّ صَوَّرَ هُم فَاستَنطَقَهُم فتَكلّمُوا ثُمّ اَخذَ عَليهِمُ العهدَ وَالمِيثاقَ و اشهَدَهُم عَلىٰ انفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبكُم قَالُوا بَلىٰ قَالَ فَاِنِيْ اُشهِدُ عَليكُم السَّماوَاتِ السّبعَ وَالأرَضِينَ السّبعَ و اُشهِدُ عَليكُم اَباكُم آدمَ اَنْ تَقُولُوا يَومَ القِيامَةِ لَمْ نَعلَمْ بِهٰذا اِعلَمُوا انهُ لَا اِلٰهَ غَيرِيْ وَلَاربَّ غَيرِي وَلاتُشرِكُوا بِي شَيئًا اِنِّي سَاُرسِلُ اِليكُم رُسُلِي يَذكُرُونَ عَهدِي وَ مِيثَاقِي وَاُنزِلُ عَلَيكُم كُتُبِيْ قَالُوا شَهِدْنَا بِاَنَّكَ رَبُّنَا وَاِلٰهُنَا لَا رَبَّ لَنَا غَيرُكَ وَ لَااِلٰهَ لَنَا غَيرُكَ.[1]

---

[1] فَاَقروا بذلكَ وَ رَفَعَ عَليهِمْ آدمَ عليهِ السَّلامُ يَنظرُ اِليهِمْ

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس آیت (کہ جب آپ کے رب نے آدم کی اولاد سے عہد لیا تھا) کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ پاک نے اولاد آدم کو جمع فرمایا پھر انہیں جوڑا جوڑا بنایا پھر ان کی

فَرَأَى الْغَنِيَّ والفقِيْرَ وَ حَسَنَ الصُّوْرَةِ وَدُوْنَ ذلكَ فقالَ رَبِّ لولَا سَوَّيتَ بينَ عِبادِكَ؟ قالَ ((اِني أحْبَبْتُ أن أشكَرَ))

وَرَأَى الأنبياءَ فِيْهِمْ مِثلَ سُرُج عَليهِم النُّورُ وَ خُصُّوا بِمِيثاقِ آخرَ فِي الرِّسالَةِ وَالنبُوَّةِ وَهُوَ قولُه تبارَكَ وَ تعالىٰ وَ اِذْ أخَذْنَا مِن النَّبِيِّينَ مِيْثاقَهُم اِلى قَولِهِ عِيسَى بنَ مَريَمَ.

وَ اِذْ أخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيْثاقَهُم وَ مِنْكَ وَمِن نُّوحٍ وَ اِبرَاهِيْمَ وَ مُوسٰى وَ عِيْسَى ابنِ مَرْيَمَ.

پس انہوں نے اس بات کا اقرار کیا۔ اور ان پر حضرت آدم علیہ السلام کو بلند کیا ان سب کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان میں دولت مند بھی ہیں اور فقیر بھی۔ خوبصورت بھی ہیں اور بدصورت بھی۔ تو سوال کیا۔ اے پروردگار تو نے کیوں ان سب کو یکساں نہیں بنایا۔ فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ میرا شکر کیا جائے۔ حضرت آدم علیہم السلام نے دیکھا۔ کہ ان لوگوں میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہیں۔ وہ چراغوں کی طرح روشن ہیں اور ان کے چہروں پر نور ہے۔ انبیاء کرام علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے رسالت و نبوت کے سلسلے میں اقرار بھی لیا۔ اس سے مراد وہ اقرار جس کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے: (اور وہ وقت بھی تھا) جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے۔

صورتیں بنائیں پھر انہیں قوت گویائی بخشی جب وہ بولنے لگے تو ان سے عہد و پیمان لیا اور ان پر خود ان ہی کو گواہ بنا کر فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے جواب دیا کہ بے شک آپ ہمارے رب ہیں. فرمایا میں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو تم پر گواہ بناتا ہوں اور تمہارے باپ آدم کو بھی کہیں قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہم بے خبر تھے یقین مانو کہ نہ میرے سوا کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب ہے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا میں تمہارے پاس اپنے رسول بھیجتا رہوں گا جو تمہیں میرا یہ عہد و پیمان یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں اتاروں گا سب نے جواب دیا کہ ہم اقرار کر چکے ہیں کہ آپ ہمارے رب اور معبود ہیں. آپ کے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے اور نہ آپ کے علاوہ کوئی ہمارا معبود ہے.

(مسند احمد)

شرک سند نہیں بن سکتا

حضرت ابی بن کعب نے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ پاک نے تمام اولاد آدم کو ایک جگہ جمع فرمایا پھر ان کے جوڑے جوڑے لگائے. مثلاً پیغمبروں کو، اولیاء کو، شہیدوں کو، نیک لوگوں کو، فرمانبرداروں کو، نافرمانوں کو اور سب کو علیحدہ علیحدہ کیا. اسی طرح یہودیوں کو، عیسائیوں کو، مشرکوں کو اور ہر ایک دین والے کو

جدا جدا کیا۔ پھر جس کسی کو دنیا میں جو صورت دینی تھی اسی صورت میں اسے وہاں ظاہر فرمایا۔ کسی کو خوبصورت، کسی کو بد صورت، کسی کو بینا، کسی کو نابینا، کسی کو ناطق، کسی کو گونگا اور کسی کو لنگڑا۔ پھر انہیں قوت گویائی بخشی اور ان سے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ آخر سب نے اس کے رب ہونے کا اقرار کیا پھر ان سے یہ عہد و پیمان لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم اور مالک نہ سمجھنا اور میرے سوا کسی کو معبود نہ ماننا ان سب نے عہد و پیمان کیا، حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام، ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو گواہ بنایا اور فرمایا کہ تمہارے اس اقرار کو یاد دلانے کے لیے پیغمبر آئیں گے اور اپنے ساتھ آسمانی کتابیں لائیں گے۔ روز ازل ہر شخص تنہا تنہا توحید کا اقرار اور شرک سے انکار کر آیا ہے لہٰذا شرک میں کسی کو بطور نظیر کے نہ پیش کیا جائے نہ پیر و فقیر کو نہ شیخ کو نہ باپ دادا کو نہ بادشاہ کو نہ مولوی کو اور نہ بزرگ کو۔

بھول کا عذر قبول نہ ہوگا

اگر کوئی یہ خیال کرے کہ دنیا میں آکر ہمیں وہ اقرار یاد نہیں رہا اب اگر ہم شرک کریں تو ہماری پکڑ نہ ہوگی کیوں کہ بھول میں پکڑ نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کو بہت سی باتیں یاد نہیں

رہتیں لیکن معتبر اشخاص کے یاد دلانے پر یقین آجاتا ہے. مثلاً کسی کو اپنی تاریخ ولادت یاد نہیں پھر لوگوں سے سن کر یقین سے کہتا ہے کہ میری تاریخ ولادت فلاں سن فلاں دن اور فلاں ساعت ہے لوگوں سے سن کر ہی ماں باپ کو پہچانتا ہے کسی اور کو ماں نہیں سمجھتا اگر کوئی اپنی ماں کا حق ادا نہ کرے اور کسی اور کو ماں بتادے تو دنیا اس پر تھوکے گی اور اگر وہ یہ جواب دے کہ بھلے آدمیو مجھے تو اپنا پیدا ہونا یاد نہیں کہ میں اس کو ماں سمجھوں تم بلاوجہ مجھے برا کہہ رہے ہو تو لوگ اسے پرلے درجے کا بیوقوف اور بڑا ہی بے ادب سمجھیں گے. معلوم ہوا کہ جب عوام کے کہنے سے انسان کو بہت سی باتوں کا یقین ہوجاتا ہے تو نبیوں کی تو شان ہی بڑی ہے ان کے بتانے سے کس طرح یقین نہیں آسکتا؟

رسولوں اور کتابوں کی بنیادی تعلیم

معلوم ہوا کہ توحید اختیار کرنے کی اور شرک سے بچنے کی عالم ارواح میں سب کو فرداً فرداً تاکید کردی گئی ہے. تمام پیغمبر اسی کو یاد دلانے اور اسی عہد کی تجدید کے لیے بھیجے گئے. ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا فرمان عالی شان اور ایک سو چار الہامی کتابوں کا مرکزی علم اسی ایک نکتہ میں ہے کہ خبردار توحید میں خلل نہ آنے

دو اور شرک کے پاس بھی نہ پھٹکو اللہ کے سوا کسی کو حاکم و متصرف نہ سمجھو۔ نہ غیر اللہ کو مالک مانو کہ اس سے اپنی مرادیں مانگو اور اس کے پاس مرادیں لے آؤ۔

مندرجہ ذیل حدیث کے معلوم ہونے کے بعد تو کسی حالت میں بھی شرک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

وأخرج أحمدُ عن مُعاذ بن جَبل رضي الله عنهُ قال قَالَ لِيْ رسُولُ الله صلّى اللهُ عليه و آله وسلّم لاتُشرِكْ بالله شَيئًا و اِنْ قُتلت وحُرقت.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر خواہ تجھے مار ڈالا جائے یا جلادیا جائے (مسند احمد)

یعنی اللہ کے سوا کسی کو اپنا معبود نہ تسلیم کر اور اس بات کی پرواہ نہ کر کہ کوئی جن یا شیطان تجھے ستائے گا۔ جس طرح مسلمانوں کو ظاہری مصائب پر صبر کرنا چاہیے اور ان کے ڈر سے اپنا ایمان نہ بگاڑنا چاہیے اسی طرح باطنی تکلیفوں پر بھی (جن، بھوت وغیرہ کی ایذاؤں پر بھی) صبر سے کام لینا چاہیے۔ ان سے ڈر کر اپنے ایمان کو نہ بگاڑنا چاہیے یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ درحقیقت ہر چیز خواہ تکلیف ہو یا آرام اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی ایمان والوں کی

آزمائش فرماتا ہے۔ مومن کو بقدر ایمان آزمایا جاتا ہے۔ کبھی بروں کے ہاتھوں سے نیکوں کو تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں تاکہ مخلصوں اور منافقوں میں تمیز ہو جائے لہٰذا جس طرح بظاہر پارساؤں کو نافرمانوں سے اور مسلمانوں کو کافروں سے اللہ کے ارادے سے تکلیفیں پہنچ جاتی ہیں اور وہ صبر ہی سے کام لیتے ہیں تکلیفوں سے گھبرا کر ایمان نہیں بگاڑتے۔ اس طرح کبھی کبھی نیک لوگوں کو جنوں اور شیطانوں سے اللہ کے ارادے سے تکلیف پہنچ جاتی ہے، لہٰذا اس پر صبر و تحمل سے کام لیا جائے اور تکلیف کے اندیشے سے انہیں ہرگز ہرگز نہیں ماننا چاہیے۔ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص شرک سے متنفر ہو کر غیر اللہ کو چھوڑ دے ان کی نذر و نیاز کی مذمت کرے اور غلط رسموں کو مٹائے پھر اس راہ میں اس کو کچھ مالی یا جانی نقصان پہنچ جائے یا کوئی شیطان اسے کسی پیر و شہید کے نام سے ستانے لگے تو وہ یہ سمجھ لے کہ اللہ پاک میرا ایمان آزما رہا ہے اس لیے اسے خندہ پیشانی سے سہہ لینا چاہیے اور ایمان پر قائم رہنا چاہیے۔ یاد رکھو جس طرح اللہ پاک ظالموں کو ڈھیل دے کر پکڑتا ہے اور مظلوموں کو ان کے پنجہ استبداد سے چھڑاتا ہے اسی طرح ظالم جنوں کو بھی وقت آنے پر پکڑے گا اور پرستاران توحید کو ان کے ظلم سے نجات بخشے گا۔

وَأخرَجَ الشيْخانِ عَنِ ابنِ مَسْعُودٍ رَضِىَ اللهُ عنهُ قالَ قَالَ رَجُل يَّا رَسُولَ اللهِ اىُّ الذَّنبِ أكبَرُ عِندَ اللهِ قَال أنْ تَدعُو لِلٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلقَكَ.

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑا گناہ کون سا ہے فرمایا کہ تو کسی کو اللہ جیسا سمجھ کر پکارے حالانکہ اللہ نے تجھے پیدا کیا ہے (بخاری - مسلم)

یعنی جس طرح اللہ کو (اس کے علم و قدرت کے لحاظ سے) حاضر و ناظر سمجھا جاتا ہے اور کائنات کا تصرف اسی کے قبضے میں بتایا جاتا ہے، اسی وجہ سے ہر مشکل کے وقت اسے پکارا جاتا ہے۔ اسی طرح غیر اللہ کو اسی صفت سے متصف مان کر پکارنا سب سے بڑا گناہ ہے اس لیے کہ کسی میں بھی حاجت برلانے کی اور ہر جگہ حاضر و ناظر رہنے کی صلاحیت نہیں۔ علاوہ ازیں جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں اپنے مشکل اوقات میں اسی کو پکارنا چاہیے کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہوگیا تو وہ اپنی ہر ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا اسے دوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ کسی بھنگی، چمار کا تو ذکر ہی کیا ہے اور یہاں تو کوئی دوسرا ہے ہی

نہیں جو اللہ کے مقابلے کا ہو پھر دوسرے کے پاس ضرورت کو لے جانا نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔

توحید اور مغفرت

أخرَجَ التِرمِذي عَنْ أنسٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَليهِ وَسَلَّمَ قَال اللّٰه تعالىٰ يَا ابنَ آدَمَ اِنَّكَ لو لَقِيتَنِيْ بِقُرَابِ الأَرْضِ خَطايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشرِكُ بِيْ شَيئًا لَأَتَيتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اے آدم کے بیٹے اگر تو مجھ سے دنیا بھر کے گناہ ساتھ لے کر ملے مگر میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں دنیا بھر کی بخشش کے ساتھ تجھ سے ملوں گا۔ (ترمذی - احمد - دارمی)

یعنی دنیا میں بڑے بڑے گنہگار لوگ گزرے ہیں جن میں فرعون وہامان وغیرہ تھے اور شیطان بھی اس دنیا میں ہے ان تمام گنہگاروں سے دنیا میں جس قدر گناہ ہوئے اور قیامت تک ہوں گے اگر بفرض محال ایک شخص کرگزرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جس قدر اس کے گناہ ہیں اسی قدر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اس پر نازل ہوجائے گی۔ معلوم ہوا کہ توحید کی برکت سے سارے گناہ

معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (۱) جس طرح شرک کی نحوست سے سارے اچھے عمل غارت کردیئے جاتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جب انسان شرک سے ہر طرح پاک و صاف ہوگا اور اس کا یہ عقیدہ ہوگا کہ اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں۔ اس کی حکومت سے کہیں بھاگ کر جانے کی جگہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کو کوئی پناہ دینے والا نہیں۔ اس کے سامنے سب بے بس ہیں۔ اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کے سامنے کسی کی حمایت کام نہیں آتی۔ اور کوئی کسی کی سفارش اس کی اجازت کے بغیر نہ کرسکے گا۔ ان عقائد کے بعد اس سے جس قدر گناہ سرزد ہوں گے بتقاضائے بشریت ہوں گے یا بھول چوک کر پھر ان گناہوں کے بوجھ میں وہ دبا جارہا ہوگا اور سخت بیزار ہوگا ندامت کے مارے سر نہ اٹھا سکے گا بلاشبہ ایسے شخص پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے جیسے جیسے یہ گناہ بڑھتے جائیں گے ویسے ویسے اس کی ندامت کی کیفیت بڑھتی جائے گی اور جوں جوں یہ کیفیت بڑھے گی اللہ کی رحمت بڑھتی جائے گی یہ نکتہ یاد رکھو کہ جو توحید میں پکا ہے اس

---

(۱) حدیث کا مقصد یہ ہے کہ شرک کی انتہائی برائی واضح ہوجائے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ شرک سے براءت کے بعد دوسرے گناہوں کے ارتکاب میں کوئی حرج نہیں۔ گناہوں کی معافی کے متعلق شریعت کا عام قانون پیش نظر رہنا چاہیے یعنی توبہ اور عفو۔ شرک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوسکتا۔

کا گناہ بھی وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کی عبادت نہیں کرتی. ایک فاسق موحد، متقی مشرک سے ہزار درجے اچھا ہے جیسے ایک مجرم رعیتی، باغی خوشامدی سے ہزار درجے اچھا ہے کیونکہ پہلا اپنے قصور پر نادم ہے اور دوسرا مغرور.

چوتھا باب

شرک فی العلم کی تردید

ارشاد الٰہی ہے : وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٥٩﴾

اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں وہی جانتا ہے اور جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اسے بھی جانتا ہے. جو بھی پتہ گرتا ہے اسے بھی جانتا ہے زمین کے نیچے اندھیروں میں کوئی دانہ ایسا نہیں اور کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں جو واضح طور پر لکھی ہوئی نہ ہو (سورہ الانعام : ۵۹)

یعنی اللہ پاک نے انسان کو ظاہری چیزیں معلوم کرنے کے لیے کچھ چیزیں دی ہیں مثلاً دیکھنے کو آنکھ، سننے کو کان، سونگھنے کو ناک، چکھنے کو زبان، ٹٹولنے کو ہاتھ اور سمجھنے کو عقل بخشی ہے. پھر یہ چیزیں انسان کے قبضہ و اختیار میں دے دی ہیں کہ جب چاہے ان

سے کام لے سکے، مثلاً آنکھ سے دیکھنا چاہا، آنکھ کھول دی نہ چاہا بند کرلی. اسی پر ہر ایک عضو کو قیاس کر۔ اور انسانوں کو ظاہری چیزوں کے معلوم کرنے کی کنجیاں دے دی ہیں جیسے کنجی والے ہی کے اختیار میں تالے کو کھولنا یا نہ کھولنا ہے اس طرح ظاہری چیزوں کا معلوم کرنا انسان کے اختیار میں ہے چاہے معلوم کرے یا نہ کرے.

علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

اس کے برعکس غیب کا معلوم کرنا انسان کے اختیار سے باہر ہے اس کی کنجیاں حق تعالیٰ نے اپنے پاس رکھی ہیں. کسی بڑے سے بڑے انسان یا مقرب ترین فرشتے کو بھی غیب کے معلوم کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا کہ جب چاہیں اپنی مرضی سے غیب معلوم کریں اور جب چاہیں نہ کریں بلکہ اللہ پاک اپنی مرضی سے کبھی کسی کو غیب کی جس قدر بات بتانا چاہتا ہے بتادیتا ہے یہ غیب کا بتادینا اللہ کے ارادے پر موقوف ہے کسی کی خواہش پر نہیں. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ آپ کو کوئی بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی مگر وہ بات آپ کو معلوم نہ ہوسکی پھر جب ارادہ الٰہی ہوا تو فوراً بتادی گئی. عہد رسالت میں منافقوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا اس سے آپ کو

سخت صدمہ ہوا. آپ نے کئی دنوں تک معاملہ کی کرید کی مگر کچھ بھی معلوم نہ ہوسکا. پھر جب حق تعالیٰ نے چاہا تو وحی بھیج کر بتادیا کہ منافق کذاب ہیں صدیقہ پاک دامن ہیں. اب ایک مسلمان موحد کا یہ عقیدہ ہونا ضروری ہے کہ اللہ نے غیب کے خزانوں کی کنجیاں اپنے ہی پاس رکھی ہیں ان خزانوں کا کسی کو خزانچی نہیں بنایا۔ وہ خود اپنے ہاتھ سے قفل کھول کر جو کسی کو جس قدر چاہے دیدے اس کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے.

علم غیب کا مدعی جھوٹا

اس سے معلوم ہوا کہ جو یہ دعویٰ کرے کہ میں ایسا علم جانتا ہوں جس سے غیب معلوم کرلیتا ہوں اور ماضی و مستقبل کی باتیں بتا سکتاہوں وہ جھوٹا ہے اور الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے. اگر کسی نبی یا ولی یا جن یا فرشتے یا امام یا بزرگ یا پیر یا شہید یا نجومی یا رمّال یا جفّار یا فال کھولنے والا یا پنڈت یا بھوت پریت یا پریوں کو ایسا مان لیا جائے تو ماننے والا مشرک ہوتا ہے اور مذکورہ آیت کا انکار کرتا ہے اگر اتفاق سے کسی نجومی وغیرہ کی بات صحیح بھی ہوجائے تو اس سے ان کی غیب دانی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ زیادہ تر ان کی باتیں غلط ہی ہوتی ہیں. معلوم ہوا کہ علم غیب ان کے بس کی بات نہیں.

انکل کبھی ٹھیک اور کبھی غلط بھی ہو جاتا ہے. کہانت، کشف اور قرآن پاک سے فال لینے کا بھی یہی حال ہے لیکن وحی کبھی غلط نہیں ہوتی اور وہ ان کے قابو میں نہیں، اللہ پاک اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا ہے بتا دیتا ہے۔ کسی کی خواہش پر وحی کا دارومدار نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

آپ فرمادیں اللہ کے سوا آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے غیب کی باتیں نہیں جانتا بلکہ وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے. (سورہ النمل : ۶۵)

یعنی غیب کو جاننا کسی کے بس کی بات نہیں خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان یا فرشتہ ہی کیوں نہ ہو. جس کی دلیل یہ ہے کہ دنیا جانتی ہے کہ قیامت آئے گی لیکن یہ کسی کو خبر نہیں کہ کب آئے گی. اگر ہر چیز کا معلوم کرنا ان کے بس میں ہوتا تو قیامت کے آنے کی تاریخ بھی معلوم کر لیتے.

غیب کی باتیں

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝۶۵

بلا شبہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش برساتا ہے

وہی پیٹ کے بچے کو جانتا ہے، کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا کمائے گا اور نہ یہ معلوم کہ کہاں مرے گا. یاد رکھو اللہ خوب جاننے والا اور بڑا خبردار ہے. (سورہ لقمان : ۳۴)

یعنی غیب کی باتوں کی خبر اللہ ہی کو ہے اس کے سوا کوئی غیب دان نہیں چنانچہ قیامت کی خبر بھی جس کا آنا عوام میں مشہور ہے اور یقینی ہے کسی کو نہیں معلوم کہ کب آئے گی پھر اور چیزوں کا تو کیا کہنا مثلاً فتح و شکست کا، صحت و مرض کا اور اسی قسم کی دوسری باتوں کا کسی کو بھی علم نہیں. یہ باتیں نہ تو قیامت کی طرح مشہور ہیں اور نہ یقینی ہیں اسی طرح بارش کی کسی کو خبر نہیں کہ کب ہوگی حالانکہ موسم بھی مقرر ہے اور اکثر موسم میں بارش ہوتی بھی ہے. اکثر لوگوں کو اس کی خواہش بھی رہتی ہے اگر اس کا وقت کسی طرح معلوم ہوسکتا تو کسی نہ کسی کو ضرور معلوم ہوجاتا. پھر جو بے موسم کی چیزیں ہیں اور تمام لوگوں کی خواہش ان سے وابستہ بھی نہیں مثلاً کسی شخص کی موت و حیات یا اولاد کا ہونا یا نہ ہونا یا الدار ونادار ہونا یا فتح و شکست کا ہونا. ان چیزوں کی بھلا کسی کو کیسے خبر ہوسکتی ہے. پیٹ کے بچے کو بھی کوئی نہیں جانتا کہ (۱) ایک ہے یا ایک سے

---

(۱) جدید طبی سائنس بھی صرف اس وقت بچے کی جنس کا اندازہ کرسکتی ہے. جبکہ وہ ولادت کے آخری مراحل میں ہو۔

زیادہ، نر ہے یا مادہؒ، کامل ہے یا ناقص اور خوبصورت ہے یا بدصورت، حالانکہ حکماء ان تمام باتوں کے اسباب بتاتے ہیں لیکن خصوصیت سے کسی کا حال معلوم نہیں، پھر انسان کے اندرونی حالات بھلا کوئی کیسے معلوم کرسکتا ہے مثلاً خیالات، ارادے، نیتیں اور ایمان و نفاق کا حال. جب کوئی خود یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا تو وہ دوسروں کا حال کیسے جان سکتا ہے اور انسان جب اپنے مرنے کی جگہ نہیں جانتا تو پھر بھلا مرنے کا دن یا وقت کیسے جان سکتا ہے. بہر حال اللہ کے سوا کوئی آئندہ کی باتیں اپنے اختیار سے نہیں جانتا. معلوم ہوا کہ غیب دانی کا دعویٰ کرنے والے سب جھوٹے ہیں. کشف، کہانت، رمل، نجوم، جفر، فالیں سب جھوٹ، مکر اور شیطانی جال ہیں. مسلمانوں کو ان میں ہرگز نہیں پھنسنا چاہیے. اگر کوئی شخص غیب دانی کا دعویٰ نہ کرے اور غیب کی بات معلوم کرنے کے اختیار کا بھی دعویٰ نہ کرے اور یہ دعوی کرے کہ حق تعالیٰ نے جو بات مجھے بتائی ہے وہ میرے اختیار میں نہ تھی کہ جب چاہتا معلوم کرلیتا تو اس میں دونوں امکان ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ سچا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جھوٹا ہو۔

اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ۝

اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکار رہا ہے جو قیامت تک بھی اس کی بات کا جواب نہ دے سکیں گے بلکہ وہ اس کی پکار ہی سے بے خبر ہیں۔ (سورہ الاحقاف : ۵)

یعنی مشرک پرلے درجے کے بے وقوف ہیں کہ اللہ تعالیٰ جیسے قدرت و علم والے کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں جو نہ تو ان کی پکار کو سنتے ہیں اور نہ کسی بات کی ان میں قدرت و سکت ہے اگر یہ قیامت تک بھی پکارتے رہیں تو وہ کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ بزرگوں کو دور سے پکارتے ہیں اور انہیں پکار کر صرف یہی کہتے ہیں کہ یا حضرت آپ دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ ہماری حاجت پوری کردے یہ بھی شرک ہے گو وہ اس وجہ سے اس کو شرک نہ سمجھتے ہوں کہ حاجت برآری کی دعا تو اللہ ہی سے کی گئی ہے کیونکہ غائب شخص کو پکارنے کی وجہ سے اس میں شرک آیا کہ ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھا گیا کہ وہ دور سے اور قریب سے سنتے ہیں

حالانکہ یہ الٰہی شان ہے اور اس آیت میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہی نہیں گو وہ قیامت تک چیختا رہے۔

نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

آپ فرمادیں کہ مجھے اپنے لیے بھلائی برائی کا اختیار نہیں مگر جو اللہ کو منظور ہو اگر میں غیب جانتا تو کثرت سے بھلائی جمع کرلیتا (یعنی اپنی حفاظت کا سامان پہلے سے کرلیتا) اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو صرف ایمان والوں کو ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں۔ (سورہ الاعراف : ۱۸۸)

یعنی پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سرتاج انبیاء ہیں۔ آپ سے بڑے بڑے معجزے ظاہر ہوئے لوگوں نے آپؐ سے دین کے اسرار و رموز سیکھے۔ لوگوں کو آپ کی راہ چلنے سے بزرگی نصیب ہوئی۔ اللہ پاک نے آپ ہی سے فرمایا کہ لوگوں کے سامنے اپنا حال بیان فرمادیں کہ مجھے نہ تو کچھ قدرت حاصل ہے اور نہ ہی غیب دان ہوں۔ میری قدرت کا یہاں سے اندازہ لگاؤ کہ میں اپنی جان تک کے لیے

نفع و نقصان کا مالک نہیں، دوسروں کو تو کیا بھلائی برائی پہنچا سکوں گا. اگر میں غیب دان ہوتا تو کام سے پہلے اس کا انجام معلوم کرلیا کرتا اگر اس کام کا انجام برا معلوم ہوتا تو اس میں کبھی ہاتھ نہ ڈالتا. غیب دانی اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور میں پیغمبر ہوں پیغمبر کا صرف اتنا کام ہوتا ہے کہ وہ برے کاموں کے انجام سے خبردار کردے اور نیک کاموں پر خوش خبری سنادے، یہ بات بھی انہیں کو فائدہ پہنچاتی ہے جن کے دلوں میں یقین ہو اور یقین پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے.

انبیاء کا اصل کام

معلوم ہوا کہ انبیاء اور اولیاء میں یہی بڑائی ہے کہ وہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور جن اچھے، برے کاموں سے واقف ہیں ان سے لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں. اللہ پاک نے ان کی تبلیغ میں تاثیر رکھی ہے. بہت لوگ ان کی تبلیغ سے سیدھی راہ پر آجاتے ہیں. یہ کوئی بڑائی نہیں کہ انہیں تصرف عالم کی قدرت دی گئی ہو کہ جسے چاہیں مار ڈالیں یا بیٹا بیٹی دے دیں یا آئی بلا ٹال دیں یا مرادیں برلائیں یا فتح و شکست دے دیں یا تونگر بنادیں یا فقیر و قلاش کردیں یا کسی کو بادشاہ بنادیں اور کسی کے ہاتھ میں کاسہ گدائی دے دیں یا کسی کو امیر یا وزیر بنادیں اور کسی کو فقیر و حقیر کردیں. کسی کے دل میں ایمان ڈال

دیں اور کسی سے چھین لیں. کسی بیمار کو تندرست یا تندرست کو بیمار کردیں یہ اللہ ہی کی شان ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چھوٹا، بڑا یہ کام کرنے سے عاجز ہے اور عجز میں سب برابر ہیں.

انبیاء غیب دان نہیں

اسی طرح یہ کوئی بڑائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ غیب کی کنجیاں انہیں دیدے کہ جب چاہیں کسی کے دل کی بات معلوم کرلیں یا جس غیب کی بات کو چاہیں معلوم کرلیں کہ فلاں کے ہاں اولاد ہوگی یا نہیں تجارت میں فائدہ ہوگا یا نہیں. لڑائی میں فتح ہوگی یا شکست. ان باتوں سے سب چھوٹے بڑے یکساں بے خبر ہیں پھر جس طرح کوئی بات عقل سے یا کسی قرینے سے کہہ دی جاتی ہے اور وہ اسی طرح ہوجاتی ہے جس طرح کہی گئی تھی اسی طرح یہ بڑے لوگ بھی جو بات عقل و قرینہ سے کہہ دیتے ہیں کبھی تو وہ ٹھیک ہوجاتی ہے اور کبھی غلط ہوجاتی ہے لیکن وحی یا الہام کی بات غلط نہیں ہوتی مگر وحی اختیار میں نہیں ہوتی.

علم غیب کے متعلق ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِيْنَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِيْ يَوْمَ بَدْرٍ إِذْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَالَ دَعِيْ هٰذَا وَ قُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ.

ربیع بنت معوذ بن عفراء (۱) سے روایت ہے کہ میری رخصتی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے پھر میرے بستر پر میرے پاس اتنے نزدیک بیٹھے جس طرح تم بیٹھے ہو. ہماری کچھ بچیاں دف بجا بجا کر بدر کے مقتولوں کا واقعہ بیان کرنے لگیں ایک نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے. فرمایا یہ بات چھوڑ دے اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہتی رہ (بخاری)

یعنی ربیع انصاریہ کی شادی کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ

---

(۱) عفراء حضرات عوف، معوذ اور معاذ رضی اللہ عنہم کی والدہ کا نام ہے۔ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے چھ بیٹے تھے جو سب کے سب غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ ان میں سے دو غزوہ بدر میں شہید ہوگئے۔ اور معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما نے مل کر ابوجہل کو مارا تھا۔

وسلم ان کے پاس آبیٹھے۔ بچیوں نے گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ یہ بات نہ کہہ۔ معلوم ہوا کہ کسی بڑے سے بڑے انسان کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب دان ہے، شعراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں جو آسمان و زمین کے قلابے ملایا کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ بطور مبالغہ ایسا کہا گیا یہ غلط ہے کیونکہ آپؐ نے اپنی تعریف کا اسی قسم کا شعر بچیوں کو بھی نہ پڑھنے دیا چہ جائیکہ عاقل شاعر اس قسم کے اشعار کہے یا سنے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد

أَخْرَجَ الْبُخَارِيّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عنها قالتْ مَن أَخْبَرَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَه عِلْمُ السَّاعَةِ فَقَدْ أعظمَ الفِرْيَةَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جس نے تمہیں خبر دی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ باتوں کو جانتے تھے جن کی اللہ پاک نے اس آیت "ان اللہ عندہ علم الساعۃ" میں خبر دی ہے اس نے بڑا زبردست بہتان باندھا۔ (بخاری)

أَخرَجَ البُخارِيُّ عن اِم العَلاَءِ الأنصاريةِ رضِى اللهُ عنهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلیّ اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ وَاللهِ لَاأدرِيْ وَ أنَا رَسُولُ اللهِ مَا يُفعِلُ بِیْ وَلَابِكُمْ.

یعنی وہ پانچ باتیں سورہ لقمان کے اخیر میں ہیں. جس کا بیان گزرچکا کہ تمام غیب کی باتیں ان ہی پانچ چیزوں میں داخل ہیں لہٰذا جو کوئی یہ کہے کہ آپؐ غیب کی سب باتیں جانتے تھے اس نے بڑا بھاری بہتان باندھا. غیب تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں.

ام علاء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا پیش آئے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا. (بخاری)

یعنی اللہ پاک بندوں سے دنیا میں یا قبر میں یا آخرت میں جو معاملہ کرے گا اس کا حال کسی کو بھی معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو. نہ اپنا حال معلوم نہ دوسروں کا حال معلوم. اگر وحی کے ذریعے کسی کو یہ معلوم ہوجائے کہ فلاں کا انجام بخیر ہے تو وہ ایک مجمل علم ہے. اس سے زیادہ معلوم کرنا ان کے بس سے باہر ہے.

پانچواں باب

شرک فی التصرّف کی تردید

قُلْ مَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝

آپ فرمادیں کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ وہ اللہ ہی کو بتائیں گے آپ فرمادیں پھر کیوں دیوانے بنے جاتے ہو۔ (المومنون : ۸۸ - ۸۹)

یعنی جس مشرک سے پوچھا جائے کہ ایسی شان کس کی ہے جس کے اختیار و تصرّف میں ہر چیز ہے جو چاہے کرے۔ اس کا ہاتھ کوئی پکڑنے والا نہ ہو اور کوئی اس کی بات ٹال نہ سکے تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر دوسروں سے مرادیں مانگنا پاگل پن ہوا۔ معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں بھی لوگ اس بات کے قائل تھے کہ اللہ کے برابر اور مقابلے کا کوئی نہیں مگر بتوں کو اپنا وکیل سمجھ کر پوجتے تھے اور ان سے مانگتے تھے اسی وجہ سے مشرک ہوئے۔ آج بھی اگر کوئی اس عالم میں کسی مخلوق کے تصرف کا قائل ہو اور اپنا وکیل

سمجھ کر اس کی عبادت کرے تو مشرک ہوجائے گا گو اس کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہ سمجھتا ہو اور اس کے مقابلے کی طاقت اس میں نہ جانتا ہو۔

نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝ قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیں کہ میں تمہارے لیے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا آپ فرمادیں کہ مجھے کوئی اللہ سے ہرگز ہرگز نہیں بچا سکتا اور میں اس کے سوا کہیں بچاؤ نہیں پاتا۔ (الجن: ۲۱ - ۲۲)

یعنی میں تمہارے نفع و نقصان پر اختیار نہیں رکھتا۔ میرے امتی ہونے کی وجہ سے تم لوگ مغرور ہوکر یہ خیال کرکے حد سے نہ بڑھنا کہ ہمارا پایہ مضبوط ہے ہمارا وکیل زبردست اور ہمارا شفیع بڑا محبوب ہے ہم جو چاہیں کریں وہ ہمیں اللہ کے عذاب سے بچالے گا کیونکہ میں تو خود ہی ڈرتا ہوں اور اللہ کے سوا کہیں پناہ گاہ نہیں دیکھتا۔ دوسروں کو کیا بچا سکوں گا۔ معلوم ہوا کہ جو عوام پیروں پر بھروسہ کرکے اللہ کو بھول جاتے ہیں اور حکم عدولی کرتے ہیں، واقعتاً گمراہ

ہیں کیوں کہ سرکار رسالت دن رات اللہ سے ڈرتے تھے اور اس کی رحمت کے سوا کہیں اپنا بچاؤ نہیں جانتے تھے بھلا کسی اور کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٧٣﴾

مشرک اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو آسمان و زمین سے روزی پہنچانے میں کچھ بھی دخل نہیں رکھتے اور نہ رکھ سکتے ہیں. (النحل : ۷۳)

یعنی ایسے لوگوں کی اللہ کی سی تعظیم کرتے ہیں جو قطعی بے بس ہیں. روزی پہنچانے میں ان کا کچھ بھی دخل نہیں. نہ آسمان سے مینہ برسا سکیں اور نہ زمین سے کچھ اگا سکیں انہیں کسی طرح کی بھی سکت نہیں. معلوم نہیں عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ بزرگوں کو عالم میں تصرف کی تو قدرت ہے مگر تقدیر الٰہی پر شاکر ہیں. ادب سے دم نہیں مارتے ورنہ اگر چاہیں تو کائنات کو زیر و زبر کر دیں لیکن شرکی عظمت کا خیال کر کے چپ ہیں یہ قطعی غلط ہے کائنات میں نہ انہیں بالفعل دخل ہے نہ بالقوۃ یعنی ان میں اس قسم کے تصرّف کی صلاحیت و قدرت ہی نہیں.

صرف اللہ کو پکارو

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾

اللہ کو چھوڑ کر اس کو مت پکاریئے جو آپ کو نہ نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان. اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ ظالم بن جائیں گے. (یونس : ۱۰۶)

یعنی عزت و جلال والے اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے ایسے ناکارہ لوگوں کو پکارنا جو نہ نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے، سراسر ظلم ہے کیونکہ سب سے بڑی ہستی کا مقام محض ناکارہ لوگوں کو دیا جارہا ہے.

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓي اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾

آپ فرمادیجیے کہ انہیں پکار کر دیکھو تو سہی جن کو تم نے اللہ کے سوا معبود خیال کررکھا ہے وہ تو آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے نہ ان میں ان کا کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں کوئی اللہ کا مددگار ہے اس کے آگے کسی کی سفارش کام نہیں

آئے گی مگر جس کو وہ اجازت دے دے یہاں (۱) تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا اور جواب دیتے ہیں کہ حق ہی فرمایا ہے وہی سب سے بلند و اعلیٰ ہے۔

بلا اذن شفاعت نہیں

یعنی آڑے وقت کسی سے مراد مانگنا اور جس سے مراد مانگی ہے اس کا مراد کو برلانا کئی طرح ہے۔ جس سے مراد مانگی ہے وہ خود مالک ہو یا اس کا ساجھی ہو یا اس کا مالک پر دباؤ ہو جیسے بادشاہ دیگر امراء کا کہنا مان لیتا ہے کیونکہ وہ اراکین سلطنت ہیں اور ان کے ناراض ہونے سے حکومت کا نظم و نسق بگڑتا ہے یا وہ مالک سے سفارش کرے اور مالک کو اس کی سفارش ماننی ہی پڑتی ہے خواہ دل سے مانے یا نہ مانے مثلاً شہزادیوں سے یا بیگمات سے بادشاہ کو محبت ہوتی ہے اور ان کی محبت کی وجہ سے ان کی سفارش رد نہیں کی جاتی۔ اب غور کرو کہ مشرک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بزرگوں کو پکارتے

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ شافع اور مشفوع دونوں اذن شفاعت کے انتظار میں مضطرب تھے۔ جب اذن مل گیا تو پھر وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا۔ یہ نفسیاتی کیفیت ہے جو اذن ملنے کے بعد سب پر طاری ہوگی۔ یعنی کیا اذن مل گیا۔

((الحق)) الاذن بالشفاعة لمن ارتضی۔ (کشاف)

ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں نہ تو وہ کائنات میں مچھر کے ایک پر کے مالک ہیں نہ ان کا رتی بھر ساجھا ہے نہ الٰہی سلطنت کے رکن ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے معین ومددگار کہ ان سے دب کر اللہ تعالیٰ ان کی بات مان لے اور نہ بلا اجازت الٰہی سفارش کے لیے لب ہلاسکتے ہیں کہ خواہ مخواہ اس سے کچھ دلادیں. بلکہ بارگاہ الٰہی میں ان کا یہ حال ہے کہ اس کے حکم کے آگے سب کے ہوش اڑ جاتے ہیں اور بدحواس و مرعوب ہوجاتے ہیں. احترام و دہشت کی وجہ سے دوسری دفعہ پوچھنے کی بھی جراءت نہیں ہوتی. بلکہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ رب نے کیا کہا اور تحقیق کے بعد آمنا وصدقنا ہی کہنا پڑتا ہے چہ جائیکہ بات الٹی جائے یا کوئی وکالت و حمایت کی جراءت کرے۔

شفاعت کی قسمیں

یہاں ایک بات انتہائی اہم ہے اس کو یاد رکھا جائے کہ عوام انبیاء اور اولیاء کی شفاعت پر نازاں ہیں اور شفاعت کے غلط معنی سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں درحقیقت شفاعت کے معنی سفارش کے ہیں. دنیا میں سفارش کی کئی صورتیں ہیں مثلاً بادشاہ کی نگاہ میں چور کی چوری ثابت ہوجائے اور کوئی امیر یا وزیر اس کی سفارش

کر کے سزا سے بچالے بادشاہ تو چور کو سزا ہی دینا چاہتا تھا جیسا کہ آئین حکومت ہے مگر امیر سے دب کر اسے چھوڑ دیتا ہے کیونکہ امیر رکن سلطنت ہے اور اس کی وجہ سے سلطنت میں دن رات ترقی ہورہی ہے بادشاہ یہ خیال کر کے کہ اس امیر کو ناراض نہیں کرنا چاہیے ورنہ حکومت کے نظم و نسق میں گڑبڑ پیدا ہوجائے گی اور غصے کو پی جانا عین مناسب ہے چور کو معاف فرمادیتا ہے۔ اس قسم کی سفارش کو شفاعت وجاہت کہا جاتا ہے یعنی امیر کی جاہ و عزت کی وجہ سے اس کی بات مانی گئی۔

"شفاعت وجاہت" ممکن نہیں

اللہ عزوجل کے حضور شفاعت وجاہت قطعی طور پر ناممکن ہے جو شخص کسی غیر اللہ کو اس قسم کا شفیع مان لے وہ قطعی مشرک ہے اور بڑا جاہل ہے اس نے الٰہ کے معنی سمجھے نہیں اور شہنشاہ کی قدر و منزلت پہچانی ہی نہیں۔ اس شہنشاہ (باری تعالیٰ) کی تو یہ شان ہے کہ اگر چاہے تو لفظ کن سے کروڑوں نبی، ولی، جن، فرشتے، جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ایک آن میں پیدا کردے اور ایک دم میں عرش سے فرش تک ساری کائنات کو زیر و زبر کردے اور دوسرا عالم پیدا کردے۔ اس کے تو ارادے ہی سے ہر چیز پیدا ہوجاتی

ہے. اسے مادے کی اور سامان کی حاجت ہی نہیں. اگر آدم سے لے کر قیامت تک کے تمام انسان اور جن جبرئیل و پیغمبر جیسے ہوجائیں تو ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں کچھ بھی رونق نہ بڑھے گی اور اگر سب شیطان و دجال بن جائیں تو اس کی حکومت کی کچھ رونق بھی نہ گھٹے گی وہ ہر حال میں تمام بڑوں کا بڑا اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے نہ کوئی اس کا کچھ بگاڑ سکے اور نہ بنا سکے. (۱)

"شفاعت محبت" ممکن نہیں

سفارش کی دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شہزادہ، بیگم یا بادشاہ کا

يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَازَادَ فِىْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِيْ شَيْئًا.

ترجمہ: اے میرے بندو! اگر تم میں سے سب انسان اور جن جو پہلے گزر چکے اور جو آئندہ پیدا ہوں گے اس شخص کی طرح نیک ہوجاتے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے تو یاد رکھو اس سے میری سلطنت میں کچھ بھی اضافہ نہ ہوتا۔ اے میرے بندو! اگر تم سب انسان اور جن جو پہلے گزر چکے اور جو آئندہ ہوں گے اس شخص کی طرح بدکار ہوجاتے جو تم میں سے سب سے زیادہ بدکار ہے، تو اس سے میری سلطنت میں کچھ بھی کمی نہ آتی۔

محبوب کھڑا ہوجائے اور چور کو سزا نہ دینے دے۔ بادشاہ اس کی محبت کی وجہ سے اسے ناراض نہ کرنا چاہے اور چور کو معاف فرمادے اس کی سفارش کو شفاعت محبت کہا جاتا ہے۔ بادشاہ نے اس کی محبت سے مجبور ہوکر اس خیال سے کہ محبوب کی ناراضگی سے خود مجھے تکلیف پہنچے گی محبوب کی بات مان لی۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ بات بھی ناممکن ہے۔ اگر کوئی کسی نبی یا ولی کو اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی پکا مشرک اور نرا جاہل ہے۔ وہ شہنشاہ اپنے بندوں کو کتنا ہی نوازے۔ کسی کو حبیب، کسی کو خلیل، کسی کو کلیم، کسی کو روح اللہ اور کسی کو وجیہ کا خطاب عطا فرمائے اور کسی کو رسول کریم، مکین، روح القدس اور روح الامین کے معزز القاب سے نوازے مگر مالک، مالک ہی ہے اور غلام، غلام ہی ہے۔ ہر ایک کا اپنا مقام ہے جس سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتا۔ غلام جس طرح اس کی رحمت سے متاثر ہوکر مسرت سے جھومتا ہے۔ اسی طرح اس کی ہیبت سے بھی اس کا پتہ پانی ہوجاتا ہے۔

"شفاعت بالاذن"

سفارش کی تیسری صورت یہ ہے کہ چور کی چوری تو ثابت ہوگئی مگر وہ پیشہ ور چور نہیں ہے، بدقسمتی سے اس سے چوری سرزد ہوگئی۔

شرم کے مارے پانی پانی ہے، ندامت سے سر جھکا ہوا ہے۔ دن رات سزا کا خوف اسے کھا رہا ہے۔ آئین کی حرمت کو سر آنکھوں پر رکھتا ہے اور خود کو سیاہ کار، گنہگار اور سزا کا مستحق سمجھ رہا ہے بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر یا وزیر کا رخ نہیں کرتا۔ اور اس کے مقابلے میں کسی کی حمایت کا قائل نہیں، شب و روز بادشاہ ہی کا منہ تک رہا ہے کہ سرکار عالی کے یہاں سے اس خطا کار گنہگار کے لیے کیا سزا تجویز ہوتی ہے بادشاہ کو اس کے حال زار پر ترس آجاتا ہے، اور اس سے درگزر کرنا چاہتا ہے مگر حرمت آئین کا لحاظ رکھنا چاہتا ہے کہ کہیں قانون کا احترام لوگوں کی نگاہ سے گر نہ جائے۔ اب کوئی امیر یا وزیر بادشاہ کا اشارہ پاکر سفارش کے لیے کھڑا ہوجاتا ہے بادشاہ اس امیر کی عزت افزائی کے لیے بظاہر اس کی سفارش کا نام کرکے چور کا قصور معاف فرمادیتا ہے امیر نے چور کی اس لیے سفارش نہیں کی کہ وہ اس کا رشتہ دار یا دوست آشنا ہے یا اس کی حمایت کا اس نے ذمہ لے لیا تھا بلکہ محض بادشاہ کی مرضی دیکھ کر سفارش کے لیے کھڑا ہوا ہے کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ کہ چوروں کا حمایتی کیونکہ چور کا حمایتی بھی چور ہوتا ہے اس قسم کی سفارش کو شفاعت بالاذن (اجازت و مرضی سے سفارش) کہا جاتا ہے۔ دربار الٰہی میں اس قسم کی سفارش ہوگی۔ قرآن پاک میں جس نبی یا ولی کی شفاعت کا بیان ہے وہ یہی شفاعت ہے۔

صراط مستقیم

ہر انسان کا فرض ہے کہ اللہ ہی کو پکارے اسی سے ہر وقت ڈرتا رہے۔ اسی سے گناہوں کی معافی مانگتا رہے۔ اسی کے آگے گناہوں کا معترف رہے۔ اسی کو اپنا مالک اور حمایتی سمجھے۔ اللہ کے سوا اپنا ٹھکانا نہ جانے اور کبھی کسی کی حمایت پر اعتماد نہ کرے کیونکہ ہمارا رب بڑا ہی معاف کرنے والا اور انتہائی مہربان ہے وہ اپنے فضل و کرم سے سب بگڑے کام بنادے گا، اور اپنی مہربانی سے سارے گناہ معاف فرمادے گا۔ اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے تمہارا شفیع بنادے گا۔ جس طرح تم اپنی ہر حاجت اسی کو سونپتے ہو اسی طرح یہ حاجت بھی اسی کو سونپ دو کہ وہ جسے چاہے تمہارا شفیع بنا کر کھڑا کردے۔ کسی کی حمایت پر کبھی بھروسہ مت کرو۔ اسی کو اپنی حمایت کے لیے پکارو۔ حقیقی مالک کو کبھی نہ بھولو۔ اس کے احکام شرعیہ کی قدر کرو اور ان کے آگے رسم و رواج کو ٹھکرادو۔ احکام شریعہ کو چھوڑ کر رسم و رواج کی پابندی بڑا بھاری جرم ہے سارے نبی اور ولی اس سے متنفر ہیں وہ ہرگز ہرگز ایسے لوگوں کے شفیع نہیں بنتے جو رسم ورواج کو نہ چھوڑیں اور احکام شرعیہ کو پامال کریں بلکہ وہ الٹے ان کے دشمن ہوجاتے ہیں اور ان سے ناراض ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی بزرگی اسی

بات پر موقوف تھی کہ وہ اللہ کی خاطر کو سب پر مقدم رکھتے تھے، بیوی بچوں کو، مریدوں کو، شاگردوں کو، نوکر چاکر کو اور یار دوستوں کو اللہ کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور جب وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کام کرتے تھے تو یہ ان کے دشمن بن جاتے تھے. بھلا غیر اللہ کو پکارنے والوں میں کیا خوبی ہے کہ بڑے بڑے لوگ ان کے حمایتی بن کر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے جھگڑیں. ایسا ہرگز نہ ہوگا بلکہ وہ تو ان کے دشمن ہیں. اللہ ہی کے لیے محبت اور اللہ ہی کے لیے دشمنی ان کی شان ہے اگر کسی کے بارے میں اللہ کی یہی رضا ہے کہ وہ جہنم ہی کا کندہ بنے تو یہ اس کو اور دو چار دھکے دے کر جہنم میں گرانے کو تیار ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہیں جدھر اس کی رضا ہوگی اُدھر ہی جھکیں گے.

أخرَجَ الترمذي عن ابنِ عباسٍ رَضِيَ اللهُ عنهُ قالَ كنتُ خلفَ رسولِ الله صلىَّ اللهُ عليهِ وَسلّم يومًا فقالَ يا غلامُ احفَظ، اللهُ يحفَظكَ، اِحفَظ، الله تجِدهُ تُجاهَك و اِذا سألتَ فاسْألِ اللّٰهَ وَ اِذا اسْتَعَنْتَ فاسْتَعِنْ باللّٰه وَ اعلَم انَّ الأمةَ لو اجْتمعَت علىٰ أن يَنفعُوكَ بِشيْءٍ لم يَنْفعُوكَ اِلَّا بِشيْءٍ قَد كَتَبَهُ اللهُ لَكَ وَلَواجتَمعُوا علىٰ أن يَضُروكَ بِشَيْءٍ لَم يَضُرُّوكَ اِلَّا بِشيْءٍ قد كَتَبَهُ اللّٰهُ عَليكَ رُفِعَتِ الأَقلامُ وَجفَّتِ الصُّحُفُ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا آپ نے فرمایا کہ اے بچے اللہ کو یاد رکھ اللہ تجھے یاد رکھے گا اللہ کو یاد رکھ اس کو اپنے سامنے دیکھ لے گا اور جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے کر اور جب مدد مانگے تو اللہ ہی سے مانگ یقین مان کہ اگر تمام لوگ تجھے کچھ نفع پہنچانے پر اتفاق کریں تو اسی قدر نفع پہنچائیں گے جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے اور اگر سب مل کر نقصان پہنچانے پر اتفاق کریں تو اسی قدر نقصان پہنچا سکیں گے جو تیرے لیے لکھا ہوا ہے، قلم اٹھالئے گئے اور کتابیں خشک ہو گئیں۔ (ترمذی)

یعنی اللہ تعالیٰ شہنشاہ حقیقی ہے زمینی بادشاہوں کی طرح مغرور نہیں کہ کوئی کتنا ہی سر مارے مگر غرور کے مارے اس کی طرف توجہ ہی نہ کرے اسی لیے رعایا بادشاہوں سے براہ راست سوال نہیں کرتی بلکہ بواسطہ امراء سوال کرتے ہیں تاکہ انہیں کی خاطر درخواست منظور ہو جائے مگر اللہ کی یہ شان نہیں وہ تو انتہائی لطف و کرم والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔ اس تک پہنچنے میں کسی کی وکالت کی ضرورت ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا خیال آئے وہ تو فرداً فرداً ہر ایک کا خیال رکھتا ہے۔ سب کو یاد رکھتا ہے خواہ کوئی سفارش کرے یا نہ کرے وہ پاک و بلند و برتر ہے اور اس کا دربار دنیا کے بادشاہوں جیسا نہیں کہ رعایا

کی وہاں تک رسائی نہ ہو سکے اور امراء ہی رعایا پر حکم چلائیں اور رعایا کو ان کے احکام ماننے ہی پڑیں بلکہ یہ الٰہی دربار ہے اور وہ اپنے بندوں سے قریب تر ہے۔ جو معمولی سے معمولی انسان اس کی طرف دل سے متوجہ ہو وہی اپنے سامنے اس کو پالے۔ اپنی ہی غفلت کے حجاب کے سوا کوئی اور حجاب ہی نہیں۔

اللہ سب سے نزدیک ہے

اگر کوئی اس سے دور ہے تو محض اپنی غفلت کی وجہ سے دور ہے ورنہ مالک سب سے نزدیک ہے۔ پھر جو کوئی کسی نبی یا ولی کو اس لیے پکارتا ہے کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ سے قریب کردیں تو یہ نہیں سمجھتا کہ نبی ولی تو پھر بھی اس سے دور ہیں اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت ہی قریب ہے، اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک غلام بادشاہ کے پاس تنہا ہے بادشاہ اس کی درخواست سننے کے لیے ہمہ تن متوجہ ہے لیکن وہ کسی امیر کو آواز دے کر پکارتا ہے کہ جناب بادشاہ کے حضور میں میری عرضداشت پیش فرمادیں۔ تمہارا اس غلام کی بابت کیا خیال ہے ظاہر ہے کہ یہ غلام یا تو اندھا ہے یا دیوانہ۔ فرمایا ہر شخص اللہ ہی سے مانگے اور آڑے وقت اسی سے مدد چاہے اور یہ بات یقین سے سمجھ لے کہ تقدیر کا لکھا ہرگز نہیں مٹ سکتا۔ اگر تمام دنیا مل کر

سی کو نفع یا نقصان پہنچائے تو تحریر تقدیر سے آگے نہیں بڑھ سکتے معلوم ہوا کہ تقدیر کو بدلنے کی کسی میں طاقت نہیں. جس کے مقدر میں اولاد نہیں اسے کون اولاد دے اور جس کے مقدر میں عمر کا پیمانہ لبریز ہوچکا، کون ہے جو اس کی مدت حیات میں اضافہ کردے؟ پھر یہ کہنا کہ اللہ نے اپنے ولیوں کو تقدیر بدل ڈالنے کی طاقت بخشی ہے غلط ہے. بات یہ ہے کہ حق تعالی کبھی اپنے ہر بندے کی دعا قبول فرماتا ہے اور انبیاء اولیاء کی اکثر دعائیں قبول فرمالیتا ہے. دعا کی توفیق بھی وہی دیتا ہے اور قبول بھی وہی فرماتا ہے دعا کرنا اس کے بعد مراد بر آنا دونوں باتیں تقدیر میں لکھی ہوئی ہیں. دنیا کا کوئی کام تقدیر سے باہر نہیں کسی میں کوئی کام کرنے کی طاقت نہیں خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، نبی ہو یا ولی. ہاں اللہ سے دعا مانگے بس اسے اتنی ہی طاقت ہے اس کے بعد مالک و مختار کو اختیار ہے چاہے ازراہ مہربانی قبول فرمالے اور چاہے تو ازراہ حکمت قبول نہ فرمائے۔

---

(۱) تقدیر علم الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ کوئی انسان نہیں جان سکتا کہ اس کی یا کسی دوسرے کی تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ اس لئے ہر انسان کا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کا پابند رہے۔ اور اس کے فضل سے بھلائی کی امید رکھے۔

صرف اللہ پر بھروسا کرو

أخرَجَ ابنُ ماجةَ عن عمرِو بنِ العاصِ رَضِي الله عنه قَال قالَ رَسولُ اللهِ صَلّىٰ اللهُ عَليه وَسلَّمَ إنَّ قلبَ ابنِ آدمَ بِكُل وادٍ شُعْبَةٌ فَمنِ اتَّبعَ قلبُهُ الشُّعبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللهُ بِايِّ وَادٍ أهْلكَه وَمَن توكَّلَ عَلىَ اللهِ كَفَاه الشُّعَبَ۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے دل کے لیے ہر میدان میں ایک راہ ہے پھر جس نے اپنے دل کو تمام راہوں کے پیچھے لگادیا تو اللہ پاک اس کی پرواہ نہ کرے گا کہ کون سے میدان میں تباہ کیا گیا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ پاک اسے تمام میدانوں میں کافی ہوجائے گا۔ (ابن ماجہ)

یعنی جب انسان کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے یا اسے کسی چیز کی طلب ہوتی ہے تو اس کے خیالات چاروں طرف دوڑتے ہیں کہ فلاں نبی کو یا فلاں امام کو یا فلاں پیر کو یا فلاں شہید کو یا فلاں پری کو پکارا جائے یا فلاں نجومی سے یا فلاں رمال سے یا کاہن سے یا جفار سے پوچھا جائے یا فلاں مولوی سے فال کھلوائی جائے۔ پھر جو کوئی ہر خیال کے پیچھے دوڑتا ہے اللہ پاک اس سے اپنی قبولیت والی نگاہ

پھیر لیتا ہے اس کو اپنے مخلص بندوں میں شمار نہیں فرماتا اور اس کے ہاتھ سے اللہ کی تربیت و ہدایت کی راہ جاتی رہتی ہے. یہاں تک کہ وہ ان خیالات کے پیچھے دوڑتا تباہ ہوجاتا ہے کوئی دہریہ بن جاتا ہے کوئی ملحد، کوئی مشرک اور کوئی سب سے منکر ہوجاتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتا ہے کسی خیال کے پیچھے نہیں دوڑتا وہ اللہ عزوجل کا مقبول بندہ ہے اس پر ہدایت کی راہیں کھل جاتی ہیں اور اس کے قلب کو ایسا چین و آرام میسر آجاتا ہے کہ خیالات کے پیچھے دوڑنے والوں کو وہ چین ہرگز نصیب نہیں ہوتا. تقدیر کا لکھا تو پورا ہی ہوتا ہے مگر خیالات کے پیچھے لپکنے والا خواہ مخواہ پیچ و تاب کھاتا رہتا ہے اور توکل والے کو آرام مل جاتا ہے. (۱)

اللہ پاک کو دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ سمجھو کہ بڑے کام تو خود کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے کام نوکروں سے کرواتے ہیں اس لیے لوگوں کو چھوٹے چھوٹے کاموں میں نوکروں سے التجا کرنی پڑتی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا کارخانہ ایسا نہیں ہے وہ قادر مطلق تو پلک جھپکنے میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک مسلمان کو اپنے رب سے اپنی ساری ضرورتیں مانگنی چاہئیں۔ یہاں تک کہ نمک بھی اسی سے مانگے اور جوتے کا تسمہ جب ٹوٹ جائے وہ بھی اسی سے مانگے۔ (ترمذی)

بے شمار چھوٹے بڑے کام ٹھیک فرمادیتا ہے اس کی سلطنت میں کوئی شریک اور ساجھی نہیں اس لیے چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی براہ راست اس سے مانگو کیوں کہ اس کے سوا تو کوئی اور نہ چھوٹی چیز دے سکتا ہے اور نہ بڑی۔

قرابت کام نہیں دے سکتی

وَاخرَجَ الشيخانِ عَنْ أبي هرَيرَة رضِي الله عنهُ قالَ لَمَّا نزلَتْ وَ انذِز عَشيرَتَكَ الأقرَبِينَ دعا النَبيُّ صَلىَّ اللهُ عَليهِ وَسَلَّم قَرَابَته فعَمَّ وَ خصَّ فقَالَ يا بَني كَعْب بنِ لُوَيٍ انقِذُوا انفُسَكُم مِن النَّارِ.

اخرَجَ التِرمذِي عَن انسٍ رَضِيَ اللهُ عنهُ قَالَ قالَ رَسُولُ اللهِ صَلىَّ اللهُ عَليهِ وَسَلَّمَ لِيسئَلْ احدُكُم رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حتَّى يَسْألَهُ المِلْحَ وَحَتّٰى يَسْئَله شِسْعَ نَعْلِهِ اِذَا انقَطَعَ.

فَانِيْ لَااملِكُ لَكُم مِنَ اللهِ شَيْئًا او قَالَ فَاِنّيِ لَا اغنِيْ عَنكُمْ مِّنَ اللهِ شَيْئًا وَيَا بَنِيْ مُرَّةَ بنِ كَعْبِ انقِذُوا انفسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَانِيِّ لَا اغنِيْ عنكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا وَيابَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ انقِذُوا انفُسَكُم مِّن النَّارِ فَانِي لَا اغنِيْ عنكم مِّن اللهِ شَيْئًا وَيا بَنِي عَبْدِ مُنَافِ انقِذُوا انفُسَكُم من النَّارِ فَانِيْ

لَا اُغْنِيْ عنكُم من الله شَيْئًا وَيَا بَنِيْ هاشِمٍ انقِذُوا اَنفُسَكُمْ مِن النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اُغنِيْ عَنكُم مِّنَ اللهِ شَيْئًا وَيَا عَبْدِ الْمُطَّلِب اَنقِذُوْا انفُسَكُم مِّنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اُغنِيْ عنكُم منَ اللهِ شَيْئًا وَيَا فَاطِمَةُ اَنقِذِيْ نَفْسَكِ مِن النَّارِ سَلِيْنِيْ مَاشِئْتِ مِن مَالِيْ فَاِنِّيْ لَا اُغنِيْ عَنكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب آیت (وانذر عشیر تک الاقربین) (اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ) اتری تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں کو بلا کر فرمایا کہ اے اولاد کعب بن لوی اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا. اے اولاد مرہ بن کعب اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا. اے اولاد عبد شمس اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا. اے اولاد عبد مناف اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے اولاد ہاشم! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے اولاد عبدالمطلب اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا. اے فاطمہ اپنی جان کو عذاب سے بچالے مجھ سے میرا

مال لے لے جو کچھ تجھے چاہیے کیونکہ میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہیں آوں گا (بخاری - مسلم)

یعنی جو لوگ کسی بزرگ کے رشتہ دار ہوتے ہیں انہیں بزرگوں کی حمایت کا بھروسہ ہوتا ہے اسی وجہ سے وہ مغرور ہو کر نڈر ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ پاک نے اپنے محبوب پیغمبر سے فرمایا کہ اپنے رشتہ داروں کو ہوشیار کردیں۔ آپؐ نے ایک ایک کو یہاں تک کہ اپنی لاڈلی صاحبزادی کو بھی صاف صاف بتادیا کہ حق قرابت اسی چیز میں ممکن ہے جو انسان کے اختیار میں ہے میرے اختیار میں میرا مال ہے اس کے دینے میں بخل سے کام نہیں لیتا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں کسی کی بھی حمایت نہیں کرسکتا اور کسی کا بھی وکیل نہیں بن سکتا۔ ہر شخص قیامت کے لیے اپنی اپنی تیاری کرلے اور دوزخ سے بچنے کی آج ہی فکر کرلے۔ معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کی رشتہ داری اللہ تعالیٰ کے ہاں کام آنے والی نہیں جب تک انسان خود نیک عمل نہ کرے بیڑا پار ہونا مشکل ہے۔

چھٹا باب

عبادات میں شرک کی حرمت

عبادت کی تعریف

عبادت ان کاموں کو کہا جاتا ہے جو حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے مقرر فرما کر بندوں کو سکھائے ہیں۔ یہاں ہمیں یہ بتانا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے کون کون سے کام بتائے ہیں تاکہ غیر اللہ کے لیے وہ کام نہ کیے جائیں اور شرک سے بچا جائے۔

عبادت صرف اللہ ہی کے لیے ہے

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ۝

بلاشبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے قوم میں تمہیں ایک کھلا ڈرانے والا ہوں اس بات سے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تم پر قیامت کے دن کے دردناک عذاب کا اندیشہ ہے (سورہ ہود: ۲۵-۲۶)

یعنی مسلمانوں اور کافروں میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے جھگڑا چلا آرہا ہے۔ اللہ کے مقبول بندے یہی کہتے آئے ہیں کہ اللہ

کی سی تعظیم غیر اللہ کی نہ کرو. اور جو کام اس کی تعظیم کے لیے مقرر ہیں کسی اور کے لیے نہ کرو.

سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

سورج کو اور چاند کو سجدہ نہ کرو. اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو. (حم السجدہ : ۳۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام میں سجدہ خالق ہی کا حق ہے لہٰذا کسی مخلوق کو سجدہ نہ کیا جائے خواہ وہ چاند سورج ہوں یا نبی ولی ہوں یا جن اور فرشتے ہوں. اگر کوئی کہے کہ پہلے دینوں میں مخلوق کو بھی سجدہ روا تھا مثلاً فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اس لیے اگر ہم بھی کسی بزرگ کو تعظیمی سجدہ کریں تو کیا حرج ہے. یاد رکھو اس سے شرک ثابت ہوجاتا ہے ایمان نکل جاتا ہے. حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہنوں سے نکاح کرنا جائز تھا اسے دلیل سمجھ کر یہ لوگ اگر بہنوں سے نکاح کرلیں تو کیا حرج ہے مگر سخت حرج ہے کیونکہ بہنیں محرمات ابدیہ میں داخل ہیں جو کسی صورت سے حلال ہی نہیں. بات یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے

حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔ اللہ کے فرمان کو بلا چون و چرا دل و جان سے مان لینا چاہیے خواہ مخواہ کی حجت نہیں پیش کرنی چاہیے کہ پہلے لوگوں کے لیے تو یہ حکم نہ تھا ہم پر کیوں مقرر کیا گیا. ایسی باتوں سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اس مضمون کو مثال سمجھو کہ ایک بادشاہ کے یہاں مدت تک ایک قانون پر عمل ہوتا رہا پھر قانون بنانے والوں نے اسے منسوخ کر کے اس کی جگہ اور قانون بنا دیا اب اس نئے قانون پر عمل ضروری ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی قانون کو مانیں گے نئے قانون کو نہیں مانتے وہ باغی ہے اور باغی کی سزا جیل خانہ ہے اسی طرح ہی اللہ تعالیٰ کے باغیوں کے لیے جہنم ہے.

غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾

یقین مانو مسجدیں اللہ ہی کی ہیں لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ بھیڑ کی بھیڑ بن کر اس پر جھک پڑیں آپ فرمادیں کہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا.

(الجن : ۱۸ - ۱۹ - ۲۰)

یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ اپنے پاک و صاف دل سے اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو یہ نادان سمجھتے ہیں کہ بڑا پہنچا ہوا ہے. غوث و قطب ہے جس کو چاہے دے دے اور جس سے جو چاہے چھین لے اس لئے ٹھٹھ کے ٹھٹھ اس کے پاس امید پر جمع ہوجاتے ہیں کہ بگڑی بنادے گا اب اس بندے کا فرض ہے کہ صحیح صحیح بات بتادے کہ آڑے وقت اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا چاہیے یہ حق کسی اور کا نہیں ہے. اللہ ہی سے نفع و نقصان کی امید رکھنی چاہیے کیونکہ اس طرح کا معاملہ غیر اللہ سے کرنا شرک ہے میں شرک اور شرک کرنے سے بیزار ہوں. اگر کوئی مجھ سے اس قسم کا معاملہ کرنا چاہے تو میں اس سے راضی نہیں اور دینا لینا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے. وہی دیتا ہے اور وہی لیتا ہے میرے ہاتھ میں کچھ نہیں. وہی میرا اور تمہارا رب ہے لہٰذا آؤ اور معبودان باطل کو چھوڑ کر اسی ایک وحدہ لاشریک، کو پکارو جو اپنی وحدانیت میں، معبودیت میں، ربوبیت میں اور حاکمیت میں اکیلا ہے.

اس سے معلوم ہوا کہ (ہاتھ باندھ کر) ادب سے کھڑا ہونا، پکارنا اور نام کا وظیفہ پڑھنا ان کاموں میں سے ہے جن کو حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لیے مخصوص فرمادیا ہے یہ معاملہ غیر اللہ سے کرنا شرک ہے.

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾

لِّيَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ وَيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ فِىۡۤ اَيَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمۡ
مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ‌ۚ فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوا الۡبَآٮِٕسَ الۡفَقِيۡرَ ۲۸ ثُمَّ لۡيَقۡضُوۡا
تَفَثَهُمۡ وَلۡيُوۡفُوۡا نُذُوۡرَهُمۡ وَلۡيَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ ۲۹

آپ لوگوں میں حج کا اعلان کردیں وہ آپ کے پاس پیدل اور ہر دبلی سواری پر سوار ہوکر آئیں گے جو دور دراز سے آئیں گے تاکہ اپنے فائدوں کی جگہوں میں حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے چوپایوں میں سے جو مویشی انہیں عطا فرمائے ہیں ان پر اللہ کا نام لیں اس میں سے کھاؤ بھی اور بدحال محتاجوں کو کھلاؤ بھی. پھر اپنا میل کچیل صاف کرو نذروں کو پورا کرو اور بیت اللہ کا طواف کرو. (الحج : ۲۷ - ۲۸ - ۲۹)

شعائر اللہ کی تعظیم کی جائے

یعنی حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لیے بعض جگہیں مقرر فرمائی ہیں جیسے کعبہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ، صفا، مروہ، مقام ابراہیم، مسجد حرام، سارا مکہ معظمہ بلکہ سارا حرم. لوگوں کو ان مقامات کی زیارت کا شوق دیا ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے سے سمٹ کر خواہ سوار ہوکر خواہ پاپیادہ دور سے بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئیں سفر کی مشقتیں اٹھا کر ایک خاص بے سلے لباس میں مخصوص ہیئت سے وہاں پہنچیں،

اور اللہ تعالیٰ کے نام کی قربانیاں کریں. اپنی منتیں پوری کریں. بیت اللہ کا طواف کریں اور دلوں میں مالک کی تعظیم کی جو امنگیں کروٹیں لے رہی ہیں بیت اللہ آکر انہیں پوری کریں اس کی چوکھٹ کو چومیں. اس کے دروازے کے سامنے بلک بلک کر دعائیں مانگیں پھر کوئی بیت اللہ کا پردہ تھام کر رو رو کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہا ہے. کوئی وہاں اعتکاف میں بیٹھ کر رات دن ذکر الہیٰ کر رہا ہے. کوئی ادب سے خاموش کھڑا اسے دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر رہا ہے (۱) بہرحال یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی تعظیم و اکرام کے لیے کیے جاتے ہیں. اللہ تعالیٰ ان سے ان کاموں کی وجہ سے خوش ہوتا ہے اور ان سے دونوں جہان میں فائدہ ہوتا ہے لہٰذا اس قسم کے کام غیر اللہ کی تعظیم کے لیے حرام و شرک ہیں. کسی قبر کی زیارت کے لیے. یا کسی تھان یا چلہ پر دور دراز سے سفر کی مشقتیں اٹھا کر آنا اور میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا، وہاں جا کر جانوروں کی قربانی کرنا، منتیں پوری کرنا، کسی گھر یا قبر کا طواف کرنا، اس کے آس پاس کے جنگل کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، وہاں کے درختوں کو نہ کاٹنا، گھاس کے تنکے نہ

---

(۱) حضرت شاہ شہید کے اس بیان سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ کہ کتاب "تقویۃ الایمان" حج سے تشریف آوری کے بعد لکھی گئی ہے۔ کیونکہ ایسی صراحت حج سے تشریف آوری کے بعد ہی ممکن تھی۔واللہ اعلم

توڑنا اور نہ اکھاڑنا اور اسی قسم کے اور کام کرنے اور ان سے دونوں جہان کی بھلائیوں کی امید رکھنا سب شرک ہے ان سے بچنا چاہیے کیونکہ شریعت نے جن مقامات کی تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے ان کے علاوہ اور جگہوں پر ایسا کرنا اور اپنی طرف سے ان کو دین میں داخل سمجھنا بدعت ہے۔ اطاعت و فرمانبرداری کا معاملہ اللہ ہی سے کرنا چاہیے، نہ کہ مخلوق سے۔

غیر اللہ کے نام کی چیز حرام ہے

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

آپ فرما دیجیے کہ میں اس وحی میں جو مجھ پر نازل ہوئی ہے کھانے والے پر کسی چیز کو حرام نہیں پاتا کہ وہ اسے کھائے مگر وہ چیز جو مردار ہے یا بہنے والا خون ہے یا خنزیر کا گوشت ہے کیونکہ یہ ناپاک ہے یا گناہ کی چیز ہے کہ اسے غیر اللہ کے نام پر مشہور کیا گیا ہو۔ اور اگر کوئی مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے نہ حد سے باہر نکل جائے تو تمہارا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔ (الانعام : ۱۴۵)

یعنی جس طرح سور، خون اور مردار حرام ہے اسی طرح وہ جانور

حرام ہے جو گناہ کی صورت میں ہو کہ اللہ کے نام کا نہیں بلکہ کسی اور نام کا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو جانور کسی مخلوق کے نام پر نامزد کردیا جائے وہ حرام و ناپاک ہے مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ یہ سیّد احمد کبیر کی گائے، یہ شیخ سدّو* کا بکرا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس آیت میں اس بات کا بیان نہیں کہ وہ جانور جب ہی حرام ہوگا جب ذبح کرتے وقت اس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے بلکہ محض نامزد کرنے ہی سے حرام ہوگیا۔ اگر کوئی جانور مرغی ہو یا بکری، اونٹ ہو یا گائے کسی مخلوق کے نام کا کردیا جائے خواہ ولی کے نام کا ہو یا نبی کے۔ باپ و دادا کے نام کا ہو یا پیر و شیخ کے نام کا ہو یا پری کے نام وہ قطعی حرام و ناپاک ہے اور نام کا کرنے والا مشرک ہے۔

حکم صرف اللہ کے لیے ہے

اللہ عزو جل حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے جیل کے ساتھیوں سے فرمایا:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٠﴾

---

* مستورات کا ایک فرضی پیر جس کے نام پر بکرا ذبح کیا جاتا ہے۔

اے جیل کے ساتھیو! کیا متفرق رب بہتر ہیں یا ایک اللہ جو بڑا زبردست ہے اس کو چھوڑ کر تم محض ناموں کو پوجتے ہو. تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نام رکھ لیے ہیں اللہ پاک نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری. حکم صرف اللہ ہی کا ہے اس نے تمہیں حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو یہی مضبوط دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں (یوسف ۳۹ - ۴۰)

ایک غلام کے لیے کئی آقاؤں کا ہونا تکلیف دہ ہے اگر اس کا ایک ہی آقا ہو جو سب سے زبردست ہو تو کیا ہی اچھا ہے لہٰذا مالک ایک ہی ہے جو انسان کی ساری مرادیں پوری کرتا ہے اور اس کے بگڑے کام بنادیتا ہے اس کے سامنے جھوٹے مالکوں کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ قطعی بے بنیاد خیالات ہیں کہ بارش کرنا کسی کے اختیار میں ہے، غلہ پیدا کرنا کسی اور کا کام ہے. کوئی اولاد دیتا ہے کوئی تندرستی بخشتا ہے، پھر آپ ہی آپ ان کے نام مقرر کرلیے ہیں کہ فلاں کام کے مختار کا یہ نام ہے اور فلاں کے مختار کا یہ نام ہے اور خود ہی انہیں ان کاموں کے وقت پکارتے ہیں. رفتہ رفتہ ایک عرصہ کے بعد اسی طرح رسم پڑجاتی ہے

من گھڑت نام شرک ہیں

حالانکہ اللہ کے سوا کون ہے اور نہ کسی کا یہ نام پایا جاتا ہے اور اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو مشیت الٰہی میں کوئی دخل نہیں. سب کاموں کے مختار کا نام اللہ ہے اور جس کا نام محمد یا علی ہے اس کو کسی بات کا اختیار نہیں. اس قسم کے خیالات باندھنے کا اللہ پاک نے حکم نہیں دیا اور مخلوق کا حکم ناقابل اعتبار ہے بلکہ اللہ پاک نے اس قسم کے خیالات قائم کرنے سے روک دیا ہے. پھر اللہ کے سوا وہ کون ہے جس کے کہنے کا ان باتوں میں اعتبار کیا جائے خالص اور اصل دین یہی ہے کہ اللہ کے حکم پر چلا جائے اور اس کے آگے ہر حکم ٹھکرا دیا جائے لیکن اکثر لوگ اس راہ سے بھٹک گئے اور اپنے پیروں، اماموں اور بزرگوں کی راہ کو اللہ کی راہ سے مقدم سمجھ بیٹھے.

خود ساختہ رسمیں شرک ہیں

معلوم ہوا کہ کسی کی راہ و رسم کا نہ ماننا اور اللہ تعالیٰ ہی کا قانون ماننا انہیں چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ پاک نے اپنی تعظیم کے

لیے مقرر فرمادیا ہے (۱) اب اگر کوئی یہی معاملہ کسی مخلوق سے کرے گا تو پکاّ مشرک ہوگا. انسانوں تک احکام الٰہی کا پہنچنا رسولوں ہی کے واسطہ سے ممکن ہے. اگر کوئی امام یا مجتہد یا غوث و قطب یا مولوی ملاّ یا پیر و مشائخ یا باپ دادا یا کسی بادشاہ یا وزیر یا پادری یا پنڈت کی بات کو یا ان کی رسموں کو احکام شرعیہ پر مقدمّ سمجھے اور قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے پیر و مشائخ اور اماموں کے اقوال کو پیش کرے یا پیغمبر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ شریعت ان ہی کے احکام ہیں وہ اپنی مرضی سے جو جی چاہتا تھا کہہ دیتے تھے اور اس کا ماننا امت پر فرض ہوجاتا تھا ان باتوں سے شرک ثابت ہوجاتا ہے. عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ حقیقی حاکم اللہ ہے اور نبی محض لوگوں کو اللہ کے احکام بتانے والا ہوتا ہے اور قرآن و حدیث کے موافق بات کو مان لیا جائے اور جو بات قرآن و حدیث کے خلاف ہو اسے چھوڑ دیا جائے.

لوگوں کو تعظیماً سامنے کھڑا رکھنا ممنوع ہے

أخرَجَ التِرمذيّ عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عنهُ قالَ قالَ

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے سوا کسی کا حکم سند نہیں بن سکتا۔ جو شخص مخلوق میں سے کسی کے حکم یا راہ و رسم کو سند سمجھے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ اگر مرنے سے پہلے پہلے اس نے بھی توبہ نہ کی تو وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا۔

رَسُولُ اللهِ صَلّی اللّٰہُ عَلیهِ وَسَلَّمَ مَن سَرَّہٗ اَنْ یَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِیامًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہ مِنَ النَّارِ.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اس بات سے مسرت ہو کہ لوگ اس کے سامنے تصویروں کی مانند کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے. (ترمذی)

یعنی جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ لوگ اس کے سامنے با ادب ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے رہیں، نہ ہلیں جلیں، نہ ادھر ادھر دیکھیں اور نہ بولیں چالیں بلکہ بت بنے ہوئے کھڑے رہیں وہ دوزخی ہے چونکہ وہ الوہیت کا دعویدار ہے کہ جو تعظیم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے وہی اپنے لیے چاہتا ہے. نماز میں نمازی ہاتھ باندھ کر چپ چاپ ادھر اُدھر دیکھے بغیر کھڑے ہوتے ہیں اور قیام اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے. معلوم ہوا کہ کسی کے سامنے ادب و تعظیم کی غرض سے کھڑا ہونا ناجائز اور شرک ہے.

بتوں اور تھانوں کی پوجا شرک ہے

أخرَجَ الترمِذيّ عَنْ ثوبانَ رضيَ الله عنهُ قالَ قالَ رَسُولُ اللهِ صَلّیَ اللهُ عَلیهِ وَسَلَّمَ لاتقُومُ السَّاعَةُ حتّٰی

تَلحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِي بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِي الْأَوْثَانَ.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک میری امت کے قبیلے مشرکوں میں نہ جاملیں اور بت پرستی اختیار نہ کرلیں۔ (ترمذی)

بت دو طرح کے ہوتے ہیں۔ کسی کے نام کی تصویر یا مورتی بنا کر اس کو پوجا جائے اس کو عربی میں صنم کہا جاتا ہے۔ کسی جگہ درخت یا پتھر یا لکڑی یا کاغذ کو کسی کے نام کا مقرر کرکے پوجا جائے اس کو وثن کہاجاتا ہے۔ قبر، چلہ، لحد، چھڑی، تعزیہ، علم، شدہ (۱) امام قاسم اور شیخ عبدالقادر کی مہندی۔ امام کا چبوترہ اور استاد و مشائخ کے بیٹھنے کی جگہیں یہ سب وثن میں داخل ہیں اسی طرح شہید کے نام طاق، نشان اور توپ جس پر بکرا چڑھایا جاتا ہے اور اسی طرح بعض مکانات بیماریوں کے نام سے مشہور ہیں مثلاً سیتلا، مسانی بھوانی، کالی، کالکا اور براہی (۲) وغیرہ کی طرف بعض مقامات منسوب ہیں یہ سب وثن ہیں۔ صنم اور وثن دونوں کی پرستش سے شرک

---

(۱) وہ جھنڈا جو شہدائے کربلا کی یاد میں تعزیوں کے ساتھ نکالتے ہیں۔

(۲) یہ ہندوؤں کی مختلف دیویاں ہیں۔ سیتلا: چیچک کی دیوی، چیچک نکل آنے پر رفع مرض کے لئے اس دیوی کی پوجا کی جاتی ہے۔

ثابت ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ قیامت کے قریب مسلمانوں کا شرک اسی قسم کا ہوگا۔ برخلاف دوسرے مشرکوں کے جیسے ہندو یا عرب کے مشرک کہ اکثر مورتوں کو مانتے ہیں یہ دونوں قسم کے لوگ مشرک ہیں اور اللہ کے اور رسول کے دشمن ہیں۔

ذبح لغیر اللہ لعنت کا باعث ہے

أخرَجَ مُسْلِم عَن اِبي الطفَيلِ انَّ علياً رَضِيَ اللّٰہُ عنہُ اخرَجَ صَحِيفَةً فيهَا لَعَنَ اللّٰہُ مَن ذَبحَ لِغَيرِ اللّٰہِ۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب نکالی جس میں یہ حدیث تھی کہ جس نے جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ (مسلم)

یعنی جو شخص اللہ کے سوا کسی مخلوق کے نام کا جانور ذبح کرے

مسانی: ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق سیتلا کی سات بہنیں تھیں۔ جن میں سے ایک کا نام مسانی تھا۔ اسے کھسرہ یا چھوٹی بہن کی دیوی سمجھا جاتا تھا۔ بھوانی، کالی اور کالکا بھی ہندوؤں کی مختلف دیویاں ہیں۔

براہی: ہندوؤں میں بیماریوں کی ایک دیوی کا نام ہے جس کی پوجا کی جاتی ہے تاکہ بیماریاں رفع ہو جائیں۔

ممکن ہے کسی شخص کے دل میں سوال پیدا ہو کہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوؤں کی رسموں کا ذکر کیوں کیا؟ جواب یہ ہے کہ یہ رسمیں ہندوؤں کی پیروی میں جابجا مسلمانوں نے بھی اختیار کرلی تھیں۔ جیسا کہ آگے چل کر خود تحریر فرمایا ہے۔

وہ ملعون ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کاپی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی حدیثیں لکھ رکھی تھیں ان میں یہ حدیث بھی تھی۔ معلوم ہوا کہ جانور اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کرنے سے حلال ہوتا ہے۔ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا شرک ہے اور جانور بھی حرام ہوجاتا ہے۔ اسی طرح وہ جانور بھی حرام ہوتا ہے جو غیر اللہ کے لیے نامزد کردیا جائے خواہ اس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

قرب قیامت کی علامتیں

أخرجَ مُسلم عَن عَائشةَ رضِيَ اللهُ عنهَا قالتْ، يُعْبَدُ اللّاتُ وَالْعُزّى فَقُلتُ يَا رَسُولَ اللهِ إن كُنتُ لَاظُنُّ حِينَ أنزلَ اللهُ هُوالَّذِي أرسَلَ رَسُوْلَهُ بِالهُدى وَدِينِ الْحقِّ لِيُظْهِرَه عَلى الدِّينِ كُلِّه وَلو كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ. انَّ ذٰلِكَ تَامًّا قَالَ إنَّه سَيكُونُ مِن ذٰلِكَ مَاشَاءَ اللهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ رِيحًا طَيِّبَةً فَتُوُفِّيَ كُلُّ مَن كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّن خَرْدَلٍ مِنْ إيمَانٍ فَيَبْقَى مَن لَاخَيرَ فِيهِ فَيَرْجِعُونَ إلىٰ دِيْنِ آبَائِهِمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرمارہے تھے کہ دن رات ختم نہ ہوں گے جب تک لات و عزیٰ کو دوبارہ نہ پوجا جائے گا میں نے کہا یا رسول اللہ جب اللہ پاک نے یہ آیت (اسی نے اپنا رسول ہدایت اور برحق

دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرکوں کو برا معلوم ہو) اتاری تھی تو میرا گمان غالب یہی تھا کہ آخر تک دین یوں ہی رہے گا فرمایا جب تک اللہ پاک کو منظور ہوگا دین اسی حالت پر رہے گا پھر اللہ پاک ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا وہ ہر اس شخص کو فوت کردے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا پھر برے ہی لوگ رہ جائیں گے اور اپنے باپ دادا کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (مسلم)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ نے سورہ براءت (توبہ) والی اس آیت سے یہ سمجھا کہ اسلام کا غلبہ قیامت تک رہے گا۔ آپ نے فرمایا کہ غلبہ اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا پھر اللہ پاک ایک پاکیزہ ہوا چلائے گا جس سے سب نیک لوگ جن کے دلوں میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا ختم ہوجائیں گے اور بے دین باقی رہ جائیں گے نہ ان کے دلوں میں رسول کی عظمت ہوگی نہ دین کا شوق ہوگا۔ باپ دادا کی رسموں پر لپکیں گے جو جاہل اور مشرک گزرے ہیں پھر جو مشرکوں کی راہ اختیار کرے گا لامحالہ مشرک ہوجائے گا۔ معلوم ہوا کہ آخری زمانے میں پرانا شرک بھی پھیل جائے گا آج مسلمانوں میں پرانا اور نیا ہر قسم کا شرک موجود ہے آپ کی پیشن گوئی صادق آرہی ہے مثلاً مسلمان نبی، ولی، امام،

شہید وغیرہ کے ساتھ شرکیہ معاملات کر رہے ہیں اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے کافروں کے بتوں کو مانتے ہیں اور ان کی رسموں پر چل رہے ہیں مثلاً پنڈت سے تقدیر کا حال پوچھنا۔ بری فال لینا ساعت ماننا، ستیلا اور مسانی کو پوجنا، ہنومان، نونا چماری (۱) اور کلوا پیر کو پکارنا، ہولی، دیوالی، نوروز اور مہرجان (۲) کے تہواروں کو منانا، قمردر عقرب (۳) اور تحت الشعاع کو ماننا۔ یہ ساری رسمیں ہندوؤں اور مشرکوں کی ہیں جو مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کا دروازہ اس طرح کھلے گا کہ وہ قرآن و حدیث کو چھوڑ کر باپ دادا کی رسموں کے تابع ہوجائیں گے۔

تھان پوجا بد ترین لوگوں کا کام ہے

أخرجَ مُسلم عَنْ عبدِاللهِ بْنِ عمرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُما قَالَ قَالَ رسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ علیهِ وَسَلَّمَ یَخرُجُ الدَّجَّالُ فَیَبْعَثُ اللهُ عِیسَی بْنَ مَرْیَمَ فیَطلُبُهُ فَیُهلِکُهُ ثُمَّ یُرسِلُ اللهُ رِیْحًا بَارِدَةً مِن قِبَلِ الشَّامِ فَلَایَبْقَی عَلَی وَجهِ الأرْضِ احَدٌ فِیْ قَلبهِ مِثقَالَ ذرَّةٍ مِنْ ایمَانٍ الا قَبَضَتْهُ فَیَبْقَی شِرَارُ النَّاسِ فِیْ خِفَّةِ الطَّیْرِ وَاَحلَامِ السَّبَاعِ لَایَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا

(۱) "لونا" یا "نوناچماری" بنگال کی مشہور جادوگرنی تھی۔ (۲) نوروز اور مہرجان پارسیوں کی عیدیں ہیں۔ (۳) کمو چاند کا برج عقرب میں داخل ہونا منحوس سمجھا جاتا تھا۔

وَلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُولُ اَلَا تَسْتَحْيُونَ فَيَقُولُونَ فَمَاذَا تَأْمُرُنَا فَيَأْمُرُهُم بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَهُمْ فِي ذٰلِكَ دَارٌ رِزْقُهُم حَسَنٌ عَيْشُهُمْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دجال کا ظہور ہوگا اللہ تعالی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمائے گا آپؑ اس کو تلاش کر کے مار ڈالیں گے پھر اللہ پاک شام کی جانب سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا روئے زمین پر جس کے دل میں رائی بھر بھی ایمان ہوگا اس کو وہ فوت کر دے گی پھر برے لوگ پرندوں کی طرح بے عقل اور درندوں کی طرح پھاڑ کھانے والے (۱) رہ جائیں گے نہ اچھی بات کو اچھا سمجھیں گے اور نہ بری بات کو برا پھر انسانی روپ میں ان کے پاس شیطان آکر کہے گا تمہیں شرم نہیں آتی؟ یہ پوچھیں گے کہ آپ کا کیا ارشاد ہے وہ انہیں بت پرستی کا حکم دے گا کہ تھانوں کو پوجو وہ انہیں کاموں میں مگن ہوں گے اور انہیں رزق فراوانی سے مل رہا ہوگا اور زندگی آرام سے گزر رہی ہوگی۔ (مسلم)

---

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "فی خفۃ الطیر واحلام السباع" کا ترجمہ کیا ہے: "سبکی میں پرندے اور گرانی میں درندے" اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لوگ فسق و فساد پھیلانے اور نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں پرندوں کی طرح تیز رفتار اور سبک ہوں گے۔ اور ظلم و خوں ریزی میں درندوں کی طرح گراں اور متمکن۔

یعنی آخری زمانے میں ایمان دار ختم ہوجائیں گے بے ایمان اور بے وقوف رہ جائیں گے جو دوسروں کا مال ہڑپ کرجائیں اور ذرا نہ شرمائیں اور ان سے بھلائی برائی کی تمیز جاتی رہے گی۔ پھر شیطان بزرگ کی شکل میں آکر انہیں سمجھائے گا کہ دیکھو بے دینی بڑی بری بات ہے دیندار بنو آخر اس کے کہنے سننے سے دین کا شوق پیدا ہوگا مگر قرآن و حدیث پر نہیں چلیں گے بلکہ اپنی عقل سے دینی باتیں تراشیں گے اور شرک میں گرفتار ہوجائیں گے مگر اس حالت میں ان کی روزی میں اور فراخی ہوگی اور زندگی بڑے چین اور آرام سے گزر رہی ہوگی۔ وہ سمجھیں گے کہ ہماری راہ درست ہے اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے جب ہی تو ہماری حالت سنور گئی آخر کار اور شرک میں ڈوبیں گے کہ جوں جوں رسموں کو مانتے ہیں ہماری مرادیں پوری ہوتی ہیں اس لیے مسلمان کو اللہ سے ڈرنا چاہیے کہ وہ کبھی ڈھیل دے کر پکڑتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان شرک میں مبتلا ہوتا ہے اور غیر اللہ سے مرادیں مانگتا ہے لیکن اللہ پاک اس پر حجت تمام کرنے کے لیے اس کی مرادیں برلاتا ہے لیکن وہ یہ خیال کر بیٹھتا ہے کہ میں سچی راہ پر ہوں غیر اللہ کا ماننا صحیح ہے ورنہ مرادیں پوری نہ ہوتیں لہذا مرادوں کے ملنے نہ ملنے پر بھروسہ مت کرو اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا سچا دین یعنی توحید نہ چھوڑو۔ اس حدیث

سے معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی ڈھیٹ بن جائے۔ کتنے ہی گناہوں میں ڈوب جائے۔ سرتاپا بے حیا بن جائے پرایا مال ڈکار جانے میں عار نہ سمجھے، اور برائی اور بھلائی میں تمیز نہ کرے مگر پھر بھی شرک کرنے سے اور غیر اللہ کو ماننے سے بہتر ہے کیونکہ شیطان وہ باتیں چھڑا کر یہ باتیں سکھاتا ہے۔ (۱)

بتوں کا طواف

وَاَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَضْطَرِبَ اَلْیَاتُ نِسَاءُ دَوْسٍ حَوْلَ ذِی الْخَلْصَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک ذوالخلصہ (بت) کے ارد گرد دوس کی عورتوں کے سرین نہ ہلیں گے (جب تک وہ اس کا طواف نہ کریں گی)۔ (بخاری - مسلم)

عرب میں ایک قوم تھی جس کو دوس کہا جاتا تھا جاہلیت میں ان کا ایک بت تھا جس کو ذوالخلصہ کہا جاتا تھا عہد رسالت میں اس کو توڑ دیا گیا تھا آپ نے پیشین گوئی کی کہ قیامت کے قریب

---

(۱) اس عبارت سے بھی مقصود یہ ہے کہ شرک کی انتہائی برائی واضح ہوجائے۔ یہ مقصود نہیں کہ شرک سے احتراز کرنے کے ساتھ گناہ کرنے میں مضائقہ نہیں۔

لوگ اس بت کو پھر ماننے لگیں گے اور دوس کی عورتیں اس کا طواف کریں گی۔ آپؐ کو ان کے سرین ہلتے ہوئے نظر آئے معلوم ہوا کہ بیت اللہ کے علاوہ کسی اور گھر کا طواف کرنا شرک اور کافرانہ رسم ہے۔

ساتواں باب

رسم و رواج میں شرک کی حرمت

اس باب میں ان آیات و احادیث کا بیان ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح انسان دنیوی کاموں میں طرح طرح سے اللہ کی تعظیم بجالاتا ہے ایسا معاملہ غیر اللہ سے نہ کیا جائے

شیطان کی وسوسہ اندازی

إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَّعَنَهُ اللَّهُ
وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ
وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ ۚ وَمَن يَتَّخِذِ
الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا
يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢٠﴾ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿١٢١﴾

یہ مشرک اللہ کو چھوڑ کر عورتوں کو پکارتے ہیں بلکہ سرکش

شیطان ہی کو پکارتے ہیں جس پر اللہ نے پھٹکار ڈال دی ہے اس نے کہہ رکھا ہے کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ الگ رکھوں گا میں انہیں گمراہ کئے بغیر نہ رہوں گا، میں انہیں ضرور آرزومند رکھوں گا اور انہیں ضرور حکم دوں گا تو وہ جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں گے اور میں انہیں حکم دوں گا تو اللہ کی بنائی شکل کو بدل ڈالیں گے جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ زبردست گھاٹے میں پڑگیا. شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے اور امیدیں بندھاتا ہے. شیطان ان سے وعدہ کرکے محض دھوکہ کررہا ہے انہی لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے. جہاں سے وہ رہائی نہ پاسکیں گے. (النساء: ۱۱۷ - ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۲۰)

یعنی جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں وہ اپنے خیال میں عورتوں کے پجاری ہیں، کوئی تو حضرت بی بی کو، کوئی بی بی آسیہ کو، کوئی بی بی اُتاولی کو، کوئی لال پری کو، کوئی سیاہ پری کو، کوئی ستیلاکو، کوئی مسانی کو اور کوئی کالی کو پوجتا ہے. یہ محض خیالات ہیں ورنہ ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں. نہ کوئی عورت نہ کوئی مرد. محض خیال خام اور شیطانی وسوسہ ہے. جس کو معبود بنالیا ہے اور یہ جو بولتا ہے اور کبھی کوئی تماشہ بھی دکھادیتا ہے شیطان ہے.

ان مشرکوں کی تمام عبادتیں شیطان کے لیے ہورہی ہیں یہ اپنے

خیال میں نذر و نیاز عورتوں کو دیتے ہیں مگر درحقیقت شیطان لے لیتا ہے. انہیں ان باتوں سے نہ دینی فائدہ ہے اور نہ دنیوی کیونکہ شیطان راندہ درگاہ ہے اس سے دینی فائدہ تو ہونے سے رہا کیونکہ یہ انسان کا دشمن بھلا کیسے اس کا بھلا چاہے گا. یہ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کہہ چکا ہے کہ میں تیرے بہت سے بندوں کو اپنا بندہ بنالوں گا۔ ان کی عقلیں ایسی ماروں گا کہ اپنے خیالات ہی کو ماننے لگیں گے. میرے نام کے جانور مقرر کریں گے جن پر میری نیاز کا نشان ہوگا مثلاً اس کا کان چیرڈالیں گے یا کاٹ ڈالیں گے یا اس کے گلے میں کمر بند ڈال دیں گے ماتھے پر مہندی لگا دیں گے. منہ پر سہرا باندھ دیں گے. منہ کے اندر پیسہ رکھ دیں گے. بہر حال وہ علامت جو یہ بتائے کہ یہ جانور فلاں کی نیاز کا ہے اسی میں داخل ہے. شیطان یہ بھی کہہ آیا ہے کہ میرے اثر سے لوگ اللہ تعالی کی بنائی ہوئی شکل کو بگاڑ ڈالیں گے. کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھ لے گا۔ کوئی کسی کے نام پر ناک یا کان چھدوالے گا، کوئی داڑھی منڈوائے گا، کوئی چارابرو صاف کر کے فقیری کا اظہار کرے گا یہ سب شیطانی باتیں ہیں اور اسلام کے خلاف ہیں پھر جس نے اللہ جیسے کریم کو چھوڑ کر شیطان جیسے دشمن کی راہ اختیار کی اس نے صریح دھوکہ کھایا. کیوں کہ اول تو شیطان دشمن

ہے دوسرے اس میں بجز وسوسے ڈالنے کے اور کوئی قدرت بھی نہیں. جھوٹے سچے وعدوں سے انسان کو وقتی طور پر بہلادیتا ہے کہ فلاں کو مانوگے تو یہ ہوگا اور فلاں کو مانوگے تو یہ ہوگا اور لمبی لمبی آرزویں دلاتا ہے کہ اگر اتنے پیسے ہوں تو ایسا باغ تیار ہوجائے گا خوبصورت محل بن جائے گا چونکہ یہ امیدیں پوری ہوتی نہیں اس لیے انسان گھبرا کر اللہ تعالیٰ کو بھول کر غیروں کی طرف دوڑنے لگتا ہے اور ہوتا وہی ہے جو مقدر میں ہے. کسی کے ماننے یا نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوتا. یہ تو محض ایک شیطانی وسوسہ اور اس کا مکرو فریب ہے ان باتوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ انسان شرک میں گرفتار ہوکر جہنمی بن جاتا ہے اور شیطانی جال میں اس بری طرح سے پھنس جاتا ہے کہ لاکھ ہاتھ پاؤں مارے مگر رہائی نصیب نہیں ہوتی.

اولاد کے سلسلے میں شرک کی رسمیں

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝

اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی

پیدا کی تاکہ اس سے چین پائے پھر جب اس نے اس سے ہم بستری کرلی تو اس کو حمل رہ گیا وہ اسے لے کر چلتی پھرتی رہی پھر جب بھاری ہوگئی تو دونوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ اگر تو ہمیں نیک اولاد دے گا تو ہم تیرے شکر گزار ہونگے پھر جب اس نے ان کو نیک بچہ دیا تو اس بچے میں اللہ کے شریک بنانے لگے۔ ان کے شرک سے اللہ بلند و برتر ہے۔ (الاعراف: ۱۸۹ - ۱۹۰)

یعنی شروع میں بھی اللہ ہی نے انسان کو بنایا۔ اسے بیوی دی اور دونوں میں محبت پیدا کی۔ پھر جب اولاد کی امید ہوئی تو دونوں اللہ سے دعائیں مانگنے لگے کہ اگر صحیح سالم اور تندرست بچہ پیدا ہوجائے تو ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا بہت ہی احسان مانیں گے پھر جب حسب خواہش بچہ پیدا ہوگیا تو غیر اللہ کو ماننے لگے۔ اور ان کی نذرونیاز کرنے لگے۔ کوئی بچہ کو کسی کی قبر پر لے گیا۔ کوئی تھان پر۔ کسی نے کسی کے نام کی چوٹی رکھ لی۔ کسی نے بدھی پہنادی اور کسی نے بیڑی (۱) ڈال دی۔ کسی نے کسی کا فقیر بنادیا اور نام بھی رکھے تو شرکیہ جیسے نبی بخش، علی بخش، پیر بخش، سیتلا بخش، گنگا بخش، جمنا داس وغیرہ۔ اللہ تو ان بے نیازوں سے بے پرواہ ہے مگر ان نادانوں کا ایمان جاتا رہتا ہے

(۱) منت کا ڈورا یا زنجیر۔ جب منت کا وقت پورا ہوجاتا ہے تو نذر و نیاز کے بعد بیڑی اتارتے ہیں۔ اصطلاح میں اسے "بیڑی بڑھانا" کہتے ہیں۔

کھیتی باڑی میں شرک کی رسمیں

وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا ھٰذَا لِلّٰہِ بِزَعْمِھِمْ وَھٰذَا لِشُرَکَآئِنَا فَمَا کَانَ لِشُرَکَآئِھِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَی اللّٰہِ وَمَا کَانَ لِلّٰہِ فَھُوَ یَصِلُ اِلٰی شُرَکَآئِھِمْ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ۝

اور مشرک ان چیزوں میں سے جو اللہ نے پیدا کی ہیں یعنی کھیتی اور جانوروں میں ایک حصہ مقرر کرچکے ہیں اور اپنے خیال میں کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا۔ پھر جو ان کے شریکوں کا ہے وہ اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ کا ہے وہ ان کے شرکاء کو مل جاتا ہے یہ جو فیصلہ کررہے ہیں بُرا ہے۔ (الانعام : ۱۳۷)

یعنی تمام غلے اور جانور اللہ ہی نے پیدا کیے ہیں پھر مشرک جس طرح ان میں سے اللہ تعالیٰ کی نیاز نکالتے ہیں اسی طرح غیر اللہ کی بھی نیاز نکالتے ہیں جبکہ غیراللہ کی نیاز میں جو ادب و احترام بجالاتے ہیں وہ اللہ کی نیاز میں نہیں بجالاتے۔

چوپایوں میں شرک کی رسمیں

وَقَالُوْا ھٰذِہٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا یَطْعَمُھَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِھِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُھُوْرُھَا وَاَنْعَامٌ لَّا یَذْکُرُوْنَ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْھَا افْتِرَآءً عَلَیْہِ سَیَجْزِیْھِمْ بِمَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۝

کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی اچھوتی ہے اسے کوئی نہ کھائے علاوہ اس کے جسے ہم چاہیں (محض اپنے خیال سے) بعض جانوروں کی سواری منع ہے اور بعض جانوروں پر اللہ کا نام نہیں لیتے۔ یہ سب اللہ پر بہتان ہے وہ ان کے بہتان کی جلدی سزا دے دیگا (الانعام : ۱۳۹)

یعنی لوگ محض اپنے خیال سے کہہ دیتے ہیں کہ فلاں چیز اچھوتی ہے اس کو فلاں شخص کھاسکتا ہے بعض جانوروں کو لادتے نہیں اور سواری بھی نہیں کرنے دیتے کہ یہ فلاں کی نیاز کا جانور ہے اس کا ادب کرنا چاہیے اور بعض جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر نامزد کر دیتے ہیں کہ ان کاموں سے اللہ خوش ہوگا اور مرادیں برلائے گا مگر ان کے یہ خیالات و افعال جھوٹے ہیں جن کی وہ ضرور سزا پائیں گے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ

اللہ نے نہ بحیرہ کو نہ سائبہ کو، نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو جائز قرار دیا لیکن کافر جھوٹی باتیں اللہ کے ذمہ لگاتے ہیں۔ اور اکثر نا سمجھ ہیں۔ (المائدہ : ۱۰۳)

جو جانور کسی کے نام کا نامزد کر دیا جاتا تو اس کا کان چیر دیا جاتا اس کو بحیرہ کہتے تھے سانڈ کو سائبہ کہا جاتا تھا۔ جس جانور کے بارے

میں یہ منت مانی جائے کہ اس کا بچہ نر پیدا ہوا تو اس کو نیاز میں دے دیا جائے گا پھر اس کے نر اور مادہ دونوں بچے پیدا ہوتے تو نر کو بھی نیاز میں نہ دیتے ان دونوں بچوں کو وصیلہ کہا جاتا تھا اور جس جانور سے دس بچے پیدا ہوجاتے تھے اس پر سوار ہونا اور لادنا چھوڑدیتے تھے اس کو حامی کہا جاتا تھا۔ فرمایا یہ باتیں شرعی نہیں ہیں رسمی ہیں. معلوم ہوا کہ کسی جانور کو کسی کے نام کا ٹھہرا دینا اور اس پر علامت لگا دینا اور یہ مقرر کرنا کہ فلاں کی نیاز گائے، فلاں کی بکری اور فلاں کی مرغی ہی ہوتی ہے یہ سب جاہلانہ رسمیں ہیں اور شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں.

حلال و حرام میں اللہ پر افتراء

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿١١٦﴾

جھوٹ نہ کہو جس کو تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو. یقین مانو جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح کو نہیں پہنچتے. (النحل : ۱۱۶)

یعنی اپنی طرف سے حلال و حرام مقرر نہ کرو یہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے اور اس طرح کہنے سے اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے. یہ خیال

کرنا کہ اگر فلاں کام اس طرح کیا جا۔ گا تو ٹھیک ہوجائے گا ورنہ اس میں گڑبڑ ہوجائے گی غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر انسان کامیابی حاصل نہیں کرسکتا معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ کہ محرم میں پان نہ کھایا جائے، لال کپڑے نہ پہنے جائیں، حضرت بی بی کی صحنک مرد نہ کھائیں۔ ان کی نیاز میں فلاں فلاں ترکاریوں کا ہونا ضروری ہے۔ مسی بھی ہو، حنا بھی ہو۔ اس کو لونڈی، پہلے خاوند کی وفات یا طلاق کے بعد دوسرا نکاح کرلینے والی عورت، نیچ قوم اور بدکار نہ کھائے۔ شاہ عبدالحق صاحب کا تحفہ حلوہ ہی ہے اس کو احتیاط سے بناؤ اور حقہ پینے والے کو نہ کھلاؤ۔ شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہی ہے۔ بوعلی قلندر کی نیاز سویاں اور اصحاب کہف کی گوشت روٹی ہے۔ شادی کے موقعہ پر فلاں فلاں موت و غمی کے موقعہ پر فلاں فلاں رسموں کا انجام دینا ضروری ہے۔ شوہر کی موت کے بعد نہ شادی کرو، نہ شادی میں بیٹھو نہ اچار ڈالو۔ فلاں آدمی نیلا کپڑا اور فلاں سرخ کپڑا نہ پہنے، یہ سب باتیں شرک ہیں۔ مشرک اللہ کی شان میں اپنا دخل دیتے ہیں اور اپنی الگ شریعت گھڑ رہے ہیں۔

ستاروں میں تاثیر ماننا شرک ہے

أخرَجَ الشيخَانِ عنْ زَيدِ بنِ خالدِ الْجُهَنِيِّ رضِيَ اللهُ عنهُ قَالَ صَلَّى بِنا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَليهِ وَسلَّمَ صَلاةَ الصُّبحِ بِالحُدَيبِيةِ عَلىَ اثرِ سَمَاءٍ كَانتْ مِن اللَّيلِ فَلمَّا انصَرفَ أقبلَ عَلى النَّاسِ فقَالَ هَلْ تَدرُونَ مَاذا قَالَ رَبّكمْ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُه اعلَمُ قَال قَالَ أصبَحَ مِنْ عِبادِي مُؤمِنٌ بِي وَكَافِر فَأمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفضْلِ اللهِ وَرَحمَتِهِ فَذلِكَ مُؤمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بالكَوَاكِبِ وَأمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذا وَكَذَا فَذلِكَ كَافِرٌ بِيْ وَ مُؤمِنٌ بِالْكَوَاكِبِ.

زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حدیبیہ میں رات کی بارش کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہوکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا. صحابہ رضوان اللہ علیہم نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے فرمایا کہ اس نے کہا میرے بندوں نے صبح کی کچھ تو مومن تھے اور کچھ کافر تھے جس نے کہا اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لایا اور تاروں کے ساتھ کفر کیا اور جس نے کہا کہ فلاں

فلاں تارے (۱) سے بارش ہوئی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور تاروں پر ایمان لایا۔ (بخاری - مسلم)

یعنی جو شخص کائنات میں مخلوق کی تاثیر سمجھتا ہے اسے حق تعالیٰ اپنے منکروں میں شمار فرماتا ہے کہ وہ ستارہ پرست ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ سارا کارخانہ اللہ کے حکم سے چل رہا ہے وہ اس کا مقبول بندہ ہے ستارہ پرست نہیں۔ معلوم ہوا کہ نیک و بد ساعتوں کے ماننے، اچھی بری تاریخوں کے یا دن کے پوچھنے اور نجومی کی بات پر یقین کرنے سے شرک کا در کھلتا ہے کیونکہ ان سب کا تعلق نجوم سے ہے اور نجوم کا ماننا ستارہ پرستوں کا کام ہے۔

نجومی ساحر اور کاہن کافر ہیں

وَاَخرَجَ رَزِينٌ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عنهما قالَ قَالَ رسُولُ اللهِ صَلّیَ اللّٰهُ عَليهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ بَابًا مِنْ عِلْمِ النُّجُوْمِ لِغَيْرِ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ الْمُنَجِّمُ كَاهِنٌ وَالْكَاهِنُ سَاحِرٌ وَالسَّاحِرُ كَافِرٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

---

(۱) "بنوء" کا ترجمہ اردو میں "نچھتر" کیا جاتا ہے۔ یعنی طالع، نصیبہ، برج، منزل۔ بنوء کذا سے مراد ہے بتاثیر منازل قمر۔ اصطلاح میں نچھتر سے مراد وہ ستارے یا منازل قمر ہیں جو رات دن گردش میں رہتی ہیں اور ہر ساعت کے لئے ان کے آثار و خواص جداگانہ مقرر ہیں۔ انہیں کو دیکھ کر سعد و نحس کا حکم لگایا جاتا ہے۔ جو کہ سراسر غلط ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علم نجوم کا کوئی مسئلہ سیکھا بغیر ایسی صورت کے جو اللہ نے بیان کی ہے، تو اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا. نجومی کاہن ہے اور کاہن جادو گر ہے. اور جادوگر کافر ہے. (رزین) (۱)

یعنی قرآن پاک میں تاروں کا بیان ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت معلوم ہوتی ہے، ان سے آسمان کی خوبصورتی ہے اور ان سے شیطان کو مار مار کر بھگادیا جاتا ہے (۲) یہ بیان نہیں ہے کہ انہیں کارخانہ قدرت میں دخل ہے. دنیا کی بھلائی برائی انہیں کے اثرات ہیں. اب اگر کوئی تاروں کے پہلے فوائد چھوڑ کر یہ کہے کہ انہیں کی تاثیرات عالم میں کارفرما ہے اور غیب کا دعویٰ کرے. جس طرح جاہلیت میں جنوں سے پوچھ پوچھ کر کاہن غیب کی باتیں بیان کیا کرتے تھے اسی طرح نجومی تاروں سے معلوم کرکے بتاتے ہیں گویا کاہن، نجومی، رمال، جفّار سب کی ایک ہی راہ ہے. کاہن جادوگروں کی طرح جنوں سے دوستی گانٹھتا ہے اور جنوں سے دوستی ان کو مانے

---

(۱) رزین بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ محدثین میں سے ہیں۔ اپنی کتاب میں صحاح ستہ کے علاوہ بھی احادیث لائے ہیں۔ چھٹی صدی ہجری میں وفات پائی۔ کتاب کا نام "التجرید فی الجمع بین الصحاح"

(۲) قرآن مجید میں ستاروں کے تین فائدے بیان ہوئے ہیں۔ آسمان کی خوبصورتی، شیطانوں کو مار بھگانا اور بحر و بر میں مسافروں کی رہنمائی۔

بغیر پیدا نہیں ہوتی جب ان کو پکارا جائے اور بھوگ دیا جائے تو دوستی پیدا ہوتی ہے لہٰذا یہ کفر و شرک کی باتیں ہیں. اللہ پاک مسلمانوں کو شرک سے محفوظ رکھے۔ آمین

نجوم اور رمل پر اعتقاد کا گناہ

أَخرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَى عَرَّافاً فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً.

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خبریں بتانے والے کے پاس آیا اور اس سے کچھ پوچھا تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوگی. (مسلم)

یعنی جو شخص غیب کی باتیں بتانے کا دعویدار ہے اگر اس سے کسی نے جاکر کچھ پوچھ لیا تو اس کی چالیس دن تک عبادت قبول نہیں رہی کیونکہ اس نے شرک کیا اور شرک عبادتوں کا نور مٹادیتا ہے. نجومی، رمال، جفار، فال کھولنے والے، نامہ نکالنے والے اور کشف والے سب عراف میں داخل ہیں.

شگون اور فال کفر کی رسمیں ہیں

أخرَجَ أبوداوٗدَ عَنْ قَطَنِ بْنِ قَبِيصَةَ عَنْ أبِيهِ أنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عليهِ وَسَلَّمَ قالَ العِيَافَةُ وَالطَّرْقُ الطِّيَرَةُ مِنَ الجِبْتِ.

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شگون لینے کے لیے جانور اڑانا، فال نکالنے کے لیے کچھ ڈالنا اور بد شگونی (۱) کفر میں سے ہے۔

أخرَجَ أبوداوٗدَ عنْ عَبدِاللهِ بنِ مَسْعُودٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے۔ (ابوداود)

عرب میں شگون لینے کا بہت رواج تھا اور ان کا شگون پر بڑا اعتقاد تھا اس لیے آپؐ نے کئی بار فرمایا کہ یہ شرک ہے تاکہ لوگ باز آجائیں۔

---

(۱) العیافہ پرند یا ہرن کو چھوڑتے، اگر وہ دائیں طرف جائے تو مبارک خیال کرتے اگر بائیں طرف جائے تو منحوس سمجھتے اور کام سے رک جاتے۔ تطیر کا بھی یہی مطلب ہے۔ طرق۔ کنکری مارتے یا ریت پر خط کھینچتے تھے۔ اور اس سے نیک و بد شگون لیتے تھے۔

اَخرَجَ اَبُوْدَاؤدَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا هَامَةَ وَلَاعَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَاِنْ تَكُنِ الطِّیَرَةُ فِی شَیْئٍ فَفِی الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ.

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ اُلّو ہے نہ کسی کا کسی کو مرض لگتا ہے اور نہ کسی چیز میں نحوست ہے اور اگر نحوست ہوتی تو عورت گھر اور گھوڑے میں ہوتی. (ابوداود)

عرب کا عقیدہ تھا کہ جس مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے اس کی کھوپڑی سے اُلّو نکل کر فریاد کرتا پھرتا ہے اس کو ہامہ کہا جاتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے. معلوم ہوا کہ تناسخ بھی قطعی بے بنیاد ہے. عرب میں بعض بیماریوں کے جیسے کھجلی، کوڑھ وغیرہ کے متعلق یہ خیال تھا کہ ایک دوسرے کو لگ جاتے ہیں. فرمایا یہ بات بھی غلط ہے. معلوم ہوا کہ لوگوں میں جو یہ بات عام طور پر مروّج ہے کہ چیچک والے سے پرہیز کرتے ہیں اور بچّوں کو اس کے پاس جانے نہیں دیتے یہ کفر کی رسم ہے اس کو نہ ماننا چاہیے. (یعنی یہ عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے کہ فلاں شخص کی بیماری ہمیں خود بخود، بغیر اللہ کے حکم کے لگ جائے گی کیونکہ بیماریاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے لگتی

ہیں، ہاں البتہ طبی نقطہ نگاہ سے احتیاط کرنے میں کوئی حرج نہیں)

لوگوں میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ فلاں کام فلاں کو نامبارک ہے، راس نہیں آیا، یہ بھی غلط ہے فرمایا کہ اگر اس بات کا کچھ اثر ہے تو تین ہی چیزوں میں ہے گھر، گھوڑا اور عورت (۱) یہ چیزیں کبھی نامبارک ثابت ہوتی ہیں مگر ان کی نامبارکی معلوم کرنے کی کوئی راہ نہیں بتائی گئی یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ شیر دہاں گھر (۲) ستارہ پیشانی گھوڑا اور کل جبھی عورت نحس ہوتی ہے۔ بے سند بات ہے مسلمانوں کو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ اگر نیا مکان یا گھوڑا خریدا جائے یا عورت سے شادی کی جائے تو اللہ ہی سے اس کی بھلائی مانگیں اور اسی سے اس کی برائی سے پناہ مانگیں باقی اور چیزوں میں یہ خیال نہ کریں کہ فلاں کام راس آیا اور فلاں نہیں آیا۔

أَخْرَجَ الْبُخَارِيّ عن أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَدْوَى وَلَاهَامَةَ وَلَاصَفَرَ۔

---

(۱) دوسری جگہ اس کی وضاحت یوں فرمائی۔ گھر وہ برا یا منحوس ہے جس کے ہمسائے برے ہوں۔ عورت وہ منحوس یا بری ہے جو درشت مزاج اور بداخلاق ہو۔ گھوڑا وہ رکھنے کے قابل نہیں جو شوری اور اڑیل ہو۔

(۲) جو مکان آگے سے کھلا اور عقب سے چھوٹا ہو، اسے شیر دہاں کہتے ہیں۔ ہندی اسے منحوس خیال کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ چھوت چھات ہے نہ الّو ہے اور نہ صفر ہے۔ (بخاری)

عرب والے جوع الکلب کے مریض کے متعلق یہ خیال کیا کرتے تھے کہ اس کے پیٹ میں کوئی بلا گھسی ہوئی ہے جو غذا چٹ کرجاتی ہے اسی لیے اس غریب کا پیٹ نہیں بھرتا اس بھوت کا نام صفر مشہور تھا. آپؐ نے فرمایا کہ یہ محض واہمہ ہے بھوت وغیرہ کچھ نہیں. معلوم ہوا کہ بیماریاں بلا کے اثرات سے نہیں ہوتیں. بعض لوگ بعض بیماریوں کو بلا کا اثر خیال کرتے ہیں جیسے سیتلا، مسانی، براہی (۱) وغیرہ مگر یہ بات غلط ہے. جاہلیت میں ماہ صفر کو نحس خیال کرتے تھے اور اس میں کوئی کام نہیں کرتے تھے یہ بھی غلط ہے معلوم ہوا کہ صفر کے تیرہ دنوں کو نحس سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ ان میں بلائیں اترتی ہیں اسی وجہ سے ان کا نام بھی تیرہ تیزی رکھا گیا کہ ان کی تیزی سے کام بگڑ جاتے ہیں غلط ہے اسی طرح کسی چیز کو یا تاریخ کو یا دن کو یا ساعت کو نحس سمجھنا سب شرک کی باتیں ہیں.

أَخْرَجَ ابْنِ مَاجَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُوْمٍ فَوَضَعَهَا مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ فَقَالَ كُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَ تَوَكُّلاً عَلَيْهِ.

(۱) براہی ہندوؤں میں بیماریوں کی ایک دیوی کا نام ہے جس کی پوجا کی جاتی ہے تاکہ بیماریاں دور ہوجائیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑھی کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ پیالہ میں رکھ کر فرمایا. اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کرکے کھاؤ. (ابن ماجہ)

یعنی ہمارا اعتماد و توکل اللہ پر ہے وہ جسے چاہے بیمار کردے اور جسے چاہے تندرست کردے ہم کسی کے ساتھ کھانے سے پرہیز نہیں کرتے اور بیماری کے لگ جانے کو نہیں مانتے.

اللہ تعالیٰ کو سفارشی نہ بناؤ

اَخرَجَ ابوداؤدَ عَنْ جُبَیْرِ بنِ مطعِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عنہُ قَالَ اَتی رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اعرابِیٌّ فَقالَ جُھِدَتِ الْاَنفُسُ وَجَاعَ العِیَالُ وَھَلَکَتِ الْاَموالُ فَاسْتَسْقِ اللّٰہَ لَنَا فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِکَ عَلَی اللّٰہِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰہِ عَلَیْکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ فَمَا زَالَ یُسَبِّحُ حَتّٰی عُرِفَ ذٰلِکَ فِیْ وُجُوہِ اَصْحَابِہٖ ثُمَّ قَالَ وَیْحَکَ اِنَّہٗ لَا یُسْتَشْفَعُ بِاللّٰہِ عَلَی اَحَدٍ شَانُ اللّٰہِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِکَ وَیْحَکَ اَتَدْرِیْ مَا اللّٰہُ اِنَّ عَرْشَہٗ عَلَی سَمٰوَاتِہٖ ھٰکَذَا وَقَالَ بِاَصَابِعِہٖ مِثْلُ الْقُبَّۃِ عَلَیْہِ وَاِنَّہٗ لَیَئِطُّ بِہٖ اَطِیْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاکِبِ.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی نے آکر کہا لوگ مشقت میں پڑ گئے۔ بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں جانور ہلاک ہوگئے۔ آپؐ ہمارے لیے اللہ سے بارش کی دعا مانگیں۔ ہم اللہ کے پاس آپ کو شفیع بنانا چاہتے ہیں۔ اور آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کو۔ فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ یعنی اللہ نرالا ہے۔ آپ اتنی دیر تک اللہ کی پاکی بیان کرتے رہے کہ صحابہ کے چہروں پر اس کا اثر محسوس ہونے لگا۔ پھر فرمایا نادان اللہ پاک کسی سے سفارش نہیں کرتا اس کی شان اس سے بلند و برتر ہے نادان جانتا ہے اللہ کیا ہے اس کا عرش اس کے آسمانوں پر اس طرح ہے۔ اور انگلیوں سے گنبد کی طرح بتایا اس کی وجہ سے وہ چرچرا رہا ہے۔ جس طرح اونٹ کی کاٹھی سوار کے بوجھ سے چرچراتی ہے (ابوداؤد)

یعنی ایک دفعہ عرب میں قحط پڑ گیا، بارش بند ہوگئی۔ ایک دیہاتی نے آپؐ کے پاس آکر لوگوں کی حالت زار بیان کی اور آپ سے دعا کو کہا اور یہ بھی کہا کہ ہم آپ کی سفارش اللہ کے پاس چاہتے ہیں اور اللہ کی سفارش آپ کے پاس چاہتے ہیں۔ یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رعب اور خوف سے کانپنے لگے اور آپؐ کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے کلمات آگئے حاضرین مجلس کے چہروں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت سے تغیر کے آثار پیدا ہوگئے۔ پھر آپؐ

نے اس دیہاتی کو سمجھایا کہ اختیار تو مالک ہی کا ہے اگر مالک سفارش کی وجہ سے کام کردے تو اس کی مہربانی ہے۔ جب یہ کہا گیا کہ ہم اللہ کو پیغمبر کے پاس سفارشی بنا کر لائے تو گویا مالک و مختار پیغمبر کو بنادیا گیا حالانکہ یہ شان اللہ تعالیٰ کی ہے۔ آئندہ اس قسم کا کلمہ زبان سے نہ نکالنا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بہت ہی بڑی ہے تمام انبیاء اور اولیاء اس کے سامنے ایک ذرہ سے بھی کمتر ہیں۔ تمام آسمان اور زمین کو اس کا عرش ایک گنبد کی طرح گھیرے ہوئے ہے۔ عرش باوجودیکہ اتنا بڑا ہے مگر پھر بھی اس شہنشاہ کی عظمت کو نہیں سنبھال سکتا اور چرچرا رہا ہے مخلوق کے تصور میں اس کی عظمت نہیں آسکتی اور اس کی عظمت کو اپنے خیالات سے ادا بھی نہیں کرسکتا۔ اس کے کام میں دخل دینا اور اس کی عظیم سلطنت میں ہاتھ ڈالنا تو درکنار وہ شہنشاہ بلا فوج اور لشکر کے اور بلکہ وزیر و مشیر کے ایک آن میں کروڑہا کام کردیتا ہے بھلا وہ کسی کے پاس آکر سفارش کیوں کرے؟ اور کون اس کے سامنے مختار بن سکتا ہے۔ سبحان اللہ تمام انسانوں میں سب سے افضل انسان محبوب الٰہی احمد مجتبیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ حالت کہ ایک دیہاتی کے منہ سے ایک نامعقول بات نکل گئی تو آپ ؐ کے دہشت کے مارے ہوش اڑ گئے اور آپ عرش تا فرش اللہ

کی جو عظمت بھری ہوئی ہے اس کا بیان کرنے لگے ان لوگوں کو کیا کہا جائے جو اس سے بھائی بندی کا سا یا دوستی کا سا رشتہ سمجھ رہے ہیں اور بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے رہتے ہیں کوئی کہتا ہے میں نے رب کو ایک کوڑی میں خرید لیا کوئی کہتا ہے میں رب سے دو برس بڑا ہوں. کوئی کہتا ہے میرا رب میرے پیر کی صورت کے علاوہ اور صورت میں ظاہر ہو تو میں کبھی اسے نہ دیکھوں اور کسی نے یہ شعر کہا ہے.

دل از مہر محمد ریش دارم   رقابت با خدائے خویش دارم

میرا دل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے زخمی ہے میں اپنے رب سے رقابت رکھتا ہوں. اور کسی نے کہا.

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

یعنی : رب کے ساتھ دیوانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوشیار رہ.

کوئی حقیقت محمدیہ کو حقیقت الوہیت سے افضل بتاتا ہے. اللہ تعالیٰ کی پناہ، اللہ تعالیٰ کی پناہ. ان مسلمانوں کو کیا ہوگیا. قرآن پاک کے ہوتے ہوئے ان کی عقلوں پر پتھر کیوں پڑ گئے. یہ گمراہیاں اللھم احفظنا. اللھم احفظنا. آمین.

کسی نے کیا خوب کہا ہے

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم گشت از فضل رب
ہم اللہ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں. بے ادب رب کے فضل سے محروم رہ جاتا ہے.

لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے جس میں یہ کلمہ پڑھا جاتا ہے. یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ۔ یعنی اے شیخ اللہ کے واسطے ہماری مراد پوری کرو. یہ شرک ہے اور کھلا شرک (۱) اللہ پاک مسلمانوں کو اس سے بچائے آمین. ایسا لفظ منہ سے نہ نکالو جس سے شرک ٹپکتا ہو یا بے ادبی کا پہلو نکلتا ہو. حق تعالیٰ کی یہ بہت بڑی شان ہے. وہ باکمال و بے زوال شہنشاہ ہے ایک نکتہ میں پکڑ لینا اور ایک بات میں بخش دینا اسی کا کام ہے یہ کہنا سراسر بے ادبی ہے کہ بظاہر بے ادبی کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس سے کوئی دور کے معنی مراد ہیں. کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پہیلیوں سے بالاتر ہے. اگر کوئی شخص اپنے کسی بزرگ سے ٹھٹھا کرنے لگے تو اسے کتنا برا سمجھا جائے گا ہنسی مذاق کی باتیں تو بے تکلف دوستوں سے ہوتی ہیں، باپ اور بادشاہ سے نہیں.

---

(۱) حدیث رسول کے رو سے دعا سے پہلے اور دعا کے آخر میں درود شریف پڑھنا دعا کے قبول ہونے کا سبب ہے۔ کسی کی طفیل کا وسیلہ پکڑنا فضیلت والے تین زمانوں اور ائمہ اربعہ سے صحیح صریح طریقہ سے ثابت نہیں لہٰذا اس سے بھی بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارے نام

اَخرَجَ مُسْلِمٌ عَنِ ابنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَآءِکُمْ عَبْدُاللّٰہِ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بہت ہی پیارے عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں. (مسلم)

اللہ کا بندہ یا رحمن کا بندہ کتنا پیارا نام ہے انہیں ناموں میں ب عبدالقدوس، عبدالجلیل، عبدالخالق، الٰہی بخش، اللہ دیا، اللہ داد وغیرہ داخل ہیں جن میں اللہ کی طرف نسبت ظاہر ہوتی ہے.

اللہ کے نام کے ساتھ کنیت نہ رکھو

اَخرَجَ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنِّسَائِیُّ عَنْ شرَیْحِ بْنِ ھَانِیءٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ لَمَّا وَفَدَ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِہٖ سَمِعَھُمْ یُکَنُّوْنَہٗ بِاَبِی الْحَکَمِ فَدَعَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَکَمُ وَاِلَیْہِ الْحُکْمُ فَلِمَ تُکْنَی اَبَا الْحَکَمِ.

حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں اپنی قوم کے

وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپؐ نے ان سے سنا کہ مجھے میرے ساتھی ابوالحکم کہہ کر آواز دیتے ہیں۔ آپؐ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ حکم اللہ ہی ہے۔ حکم اسی کا ہے۔ تمہاری کنیت ابوالحکم کیوں رکھی گئی ہے۔ (ابوداؤد - نسائی)

یعنی ہر فیصلہ کا چکا دینا اور جھگڑے کا مٹا دینا اللہ ہی کی شان ہے جس کا ظہور آخرت میں ہوگا کہ وہاں اگلے پچھلے سارے جھگڑے طے ہوجائیں گے ایسی کسی مخلوق میں طاقت نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ جو لفظ اللہ ہی کی شان کے لائق ہے اسے کسی غیر کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ مثلاً شہنشاہ اللہ تعالیٰ ہی کو کہا جائے سارے جہاں کا رب ہے جو چاہے کر ڈالے۔ یہ جملہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان میں بولا جاسکتا ہے۔ اسی طرح معبود، بڑا دانا بے پرواہ وغیرہ الفاظ اللہ تعالیٰ ہی کی شان کے لائق ہیں۔

صرف ماشاء اللہ کہو

أَخرَجَ فِیْ شَرحِ السُّنَّۃِ عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰہُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَقُوْلُوا مَاشَاءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں نہ کہو جو اللہ اور محمدؐ چاہے بلکہ یوں کہو جو اکیلا اللہ چاہے۔ (شرح السنۃ)

یعنی شان الوہیت میں کسی مخلوق کا دخل نہیں خواہ کتنا ہی بڑا اور کیسا ہی مقرب کیوں نہ ہو مثلاً یہ نہ کہا جائے کہ اللہ اور رسول چاہے گا تو کام ہو جائے گا کیونکہ دنیا کا سارا کاروبار اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا. یا اگر کوئی شخص پوچھے کہ فلاں کے دل میں کیا ہے. یا فلاں کی شادی کب ہوگی یا فلاں درخت پر کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یوں نہ کہے کہ اللہ اور رسول ہی جانیں کیونکہ غیب کی بات کی اللہ ہی کو خبر ہے. رسول کو خبر نہیں. اگر دینی باتوں میں یوں کہہ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ نے اپنے رسول کو دین کی ہر بات بتادی ہے اور لوگوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم دیا ہے.

غیر اللہ کی قسم شرک ہے

أَخْرَجَ التِّرْمِذِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرما رہے تھے جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا. (ترمذی)

وَاَخرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِیْ وَلَابِاٰبَآئِکُمْ۔

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتوں کی قسمیں نہ کھاؤ، اور نہ باپوں کی قسمیں کھاؤ۔ (مسلم)

اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یَنْہَاکُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَآئِکُمْ مَنْ کَانَ حَالِفًا فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰہِ اَوْلِیَصْمُتْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک تم کو باپ دادا کی قسمیں کھانے سے منع فرماتا ہے جو شخص قسم کھائے تو اللہ کی کھائے ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری - مسلم)

اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ حَلِفِہٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی آپؐ نے فرمایا جس نے (سبقت لسانی کے طور پر) لات و عزیٰ کی قسم کھائی اسے لا الہ الا اللہ کہہ لینا چاہیے۔ (بخاری - مسلم)

زمانہ جاہلیت میں بتوں کی قسمیں کھائی جاتی تھیں. اسلام میں اگر کسی مسلمان کے منہ سے عادت کے مطابق غیر شعوری طور پر بتوں کی قسم نکل جائے تو فوراً لا الہ الا اللہ پڑھ کر توحید کا اقرار کریں معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی چیز کی قسم نہ کھائی جائے. اگر غیر شعوری طور پر غیر اللہ کی قسم زبان سے نکل جائے تو فوراً توبہ کی جائے مشرکوں میں جن کی قسمیں کھائی جاتی ہیں ان کی قسم کھانے سے ایمان میں خلل آتا ہے.

نذروں کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا فیصلہ

اَخْرَجَ اَبُوْدَاوٗدَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ ضَحَّاكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَةَ فَاَتَی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ کَانَ فِیْھَا وَثَنٌ مِنْ اَوْثَانِ الْجَاھِلِیَّةِ یُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ ھَلْ کَانَ فِیْھَا عِیْدٌ مِنْ اَعْیَادِھِمْ قَالُوْا لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُوْفِ بِنَذْرِكَ فَاِنَّہٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰہِ.

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عہد رسالت میں یہ نذر مانی کہ بوانہ (۱) جاکر اونٹ نحر کروں گا.

(۱) ایک جگہ کا نام ہے

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کو اپنی نذر کی خبر کی۔ فرمایا جاہلیت کے تھانوں میں سے کوئی تھان تو وہاں نہیں تھا؟ صحابہ نے کہا نہیں. فرمایا وہاں کوئی تہوار تو نہیں منایا جاتا تھا بولے نہیں فرمایا، اپنی نذر کو پورا کر کیوں کہ اس نذر کو پورا کرنا منع ہے جس میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی منت ماننا گناہ ہے ایسی منت کو پورا نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ یہ بات خود گناہ ہے پھر اسے پورا کرنا اور گناہ پر گناہ ہوگا. یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ غیر اللہ کے نام پر جانور چڑھائے جاتے ہوں یا غیر اللہ کی پوجا پاٹ ہوتی ہو یا جمع ہوکر شرک کیا جاتا ہو وہاں اللہ کے نام کا بھی جانور نہ لے جایا جائے اور ان میں شرکت نہیں کرنی چاہیے خواہ اچھی نیت ہو یا بری کیونکہ ان میں شرکت خود مستقل بری بات ہے.

اللہ کو سجدہ اور پیغمبر علیہ السلام کی تعظیم

اَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَجَآءَ بَعِیْرٌ فَسَجَدَ لَہٗ فَقَالَ اَصْحَابُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَسْجُدُ لَکَ الْبَھَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَسْجُدَ لَکَ فَقَالَ اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَاَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ نے آکر آپ کو سجدہ کیا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ آپؐ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔ ان سے زیادہ تو ہمارا حق ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔ (مسند احمد)

یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں جو بہت بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرو باقی سب کا مالک اللہ ہے عبادت اسی کی کرنی چاہیے معلوم ہوا کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوئے ہمیں ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے کیونکہ ہم چھوٹے ہیں لہٰذا ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرو اور انہیں الٰہ نہ بناؤ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بزرگوں کی تعظیم درخت اور جانور بھی کرتے ہیں چنانچہ بعض درگاہوں پر شیر، بعض پر ہاتھی اور بعض پر بھیڑیے حاضر ہوتے ہیں لیکن انسانوں کو ان کی ریس نہیں کرنی چاہیے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعظیم

کرسکتا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا مثلاً قبروں پر مجاور بن کر رہنا شرع شریف میں نہیں ہے اس لیے ہرگز ہرگز مجاور نہ بنا جائے گو اس قبر پر دن رات شیر بیٹھا رہتا ہو کیونکہ آدمی کو جانور کی نقل کرنا مناسب نہیں ہے۔

اَخرَجَ اَبُودَاؤدَ عَنْ قَیسِ بنِ سَعدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ قَالَ اَتَیتُ الحِیرَۃَ فَرَاَیتُھُم یَسجُدُونَ لِمَرزُبَانٍ لَھُم فَقُلتُ لَرَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَن یُّسجَدَ لَہُ فَاَتَیتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَقُلتُ اِنِّی اَتَیتُ الحِیرَۃَ فَرَاَیتُھُم یَسجُدُونَ لِمَرزُبَانٍ لَھُم فَاَنتَ اَحَقُّ اَن نَّسجُدَ لَکَ فَقَالَ لِی اَرَاَیتَ لَو مَرَرتَ بِقَبرِی اَکُنتَ تَسجُدُ لَہُ فَقُلتُ لَا فَقَالَ لَا تَفعَلُوا۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں شہر حیرہ میں گیا میں نے وہاں کے لوگوں کو اپنے راجہ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے دل میں کہا بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کئے جانے کے زیادہ حقدار ہیں چنانچہ میں نے آپ کے پاس آکر کہا میں نے حیرہ میں لوگوں کو راجہ کو سجدہ کرتے دیکھا۔ آپ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں فرمایا بھلا بتا تو سہی کہ اگر تو میری قبر پر گزرے تو کیا اس پر سجدہ کرے گا میں نے کہا نہیں۔

فرمایا یہ کام بھی نہ کرو۔ (ابوداؤد)

یعنی ایک نہ ایک دن میں بھی فوت ہو کر آغوش لحد میں جاسوؤں گا (۱) پھر میں سجدہ کے لائق نہ ہوں گا۔ سجدہ کے لائق تو وہی پاک ذات ہے جو لازوال ہے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ زندہ کو روا ہے اور نہ مردہ کو۔ اور نہ کسی قبر کو روا ہے اور نہ کسی تھان کو۔ کیونکہ زندہ ایک دن مرنے والا ہے اور مرا ہوا بھی کبھی زندہ تھا اور بشر تھا پھر مر کر الٰہ نہیں ہوا بندہ ہی ہے۔

کسی کو اپنا بندہ اور بندی کہنا جائز نہیں

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰهِ وَکُلُّ نِسَآءِکُمْ اِمَاءُ اللّٰهِ۔ وَلَا یَقُلِ الْعَبْدُ لِسَیِّدِهٖ مَوْلَائِیْ فَاِنَّ مَوْلَاکُمُ اللّٰهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی عبدی و امتی (میرا بندہ - میری بندی) نہ کہے تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری ساری

---

(۱) انبیاء کرام کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ حدیث میں ہے (ترجمہ) یعنی "اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔" مطلب یہ ہے کہ جس پر موت وارد ہوسکے وہ سجدے کا حق دار نہیں۔

عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں۔ غلام اپنے سیّد کو اپنا مالک نہ کہے کیونکہ تم سب کا مالک اللہ ہے۔ (مسلم)

معلوم ہوا کہ غلام کو بھی آپس میں ایسی گفتگو سے پرہیز کرنا چاہیے کہ میں فلاں کا بندہ ہوں اور فلاں میرا مالک ہے۔ پھر خواہ مخواہ بندہ بننا عبدالنبی، بندہ علی، بندہ حضور، پرستار خاص، امرد پرست، زن پرست، پیر پرست خود کو کہلوانا اور ہر کسی کو خداوند خدائیگان اور داتا کہہ دینا کس قدر بے جا ہے اور کتنی بڑی گستاخی ہے۔ ذرا ذرا سی بات میں کہنا کہ تم ہماری جان اور مال کے مالک ہو۔ ہم تمہارے بس میں ہیں جو چاہو یہ سب باتیں محض جھوٹ اور شرک پر مبنی ہیں۔

تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اسوہ حسنہ

اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حد سے مت بڑھانا جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو حد سے بڑھادیا میں تو محض اس کا بندہ ہی ہوں تم

مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ (بخاری - مسلم)

یعنی حق تعالیٰ نے مجھے جن خوبیوں اور کمالات سے نوازا ہے وہ سب بندہ اور رسول کے کہہ دینے میں آجاتے ہیں کیونکہ بشر کے لیے رسالت سے بڑھ کر اور کیا مرتبہ ہوگا سارے مراتب اس سے نیچے ہیں مگر بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے۔ بندہ ہونا ہی اس کے لیے سبب فخر ہے۔ نبی بن کر بشر میں الوہی شان نہیں آجاتی اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں نہیں مل جاتا بشر کو بشریت ہی کے مقام پر رکھو۔ عیسائیوں کی طرح نہ بنو کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بشریت سے نکال کر جامہ الوہیت پہنادیا جس سے یہ لوگ کافر اور مشرک بن گئے اور اللہ تعالیٰ کا قہر و عتاب ان پر نازل ہوا، اسی لیے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمت سے فرمایا کہ عیسائیوں کی سی چال نہ چلنا اور میری تعریف میں حد سے نہ بڑھ جانا کہ اللہ نہ کرے مردود بارگاہ الٰہی ہوجاؤ لیکن ہزار افسوس کہ اس امت کے بے ادبوں نے آپ ؐ کا کہنا نہیں مانا اور عیسائیوں کی سی چال چلنا شروع کردی۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے روپ میں ظاہر ہوا تھا وہ ایک طرح سے انسان ہیں اور ایک طرح سے رب ہیں۔ بعض گستاخوں نے سرکار رسالت کی شان میں

بعینہ ایسا ہی کہا ہے۔

فی الجملہ ہمیں بود کہ می آمد و می رفت - ہر قرن کہ دیدی
در عاقبت آن شکل عرب دار بر آمد - دارائے جہاں شد
یعنی پیغمبروں کے روپ میں ہر زمانے میں رب ہی آتا جاتا رہا اخیر میں وہ عرب جیسی شکل میں آکر جہاں کا بادشاہ بن گیا.

کسی نے یہ کہا:

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل سلمائے حدوث تو دلیلائے قدم را
تا مجمع امکان و وجبت نہ نشتند مورد متعین نہ شد اطلاق اعم را
یعنی آپ حادث بھی ہیں اور قدیم بھی، ممکن بھی ہیں اور واجب بھی. لاحول ولاقوہ الا باللہ. ایسے شرکیہ کلمے بولے جاتے ہیں جو نہ آسمان سے اٹھ سکیں اور نہ زمین سے اللہ پاک مسلمانوں کو سمجھ دے. آمین

بلکہ بعض کذابوں نے ایک حدیث تراش کو خود پیغمبر اسلام علیہ السلام کی طرف منسوب کردی کہ آپ نے فرمایا. انا احمد بلا میم میں بلا میم (۱) کا احمد ہوں یعنی میں احد ہوں اسی طرح لوگوں نے ایک لمبی چوڑی عربی عبارت کا نام خطبۃ الافتخار رکھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردیا. سبحانک ہذا بہتان عظیم (اے رب تو ہر طرح کے شرک سے پاک ہے تجھ پر بڑا بھاری بہتان لگایا گیا ہے) یا

یہ حدیث یقیناً موضوع ہے۔

رب حق کا بول بالا اور جھوٹوں کا منہ کالا ہو. آمین

جیسے عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دونوں جہان کا اختیار ہے اگر کوئی ان کو مان کر ان سے التجا کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ضرورت نہیں گناہ اس کے ایمان میں خلل نہیں ڈالتا اس کے حق میں حرام و حلال کا امتیاز اٹھ جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا سانڈ بن جاتا ہے جو چاہے کرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخرت میں اس کی سفارش کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا لیں گے. جاہل مسلمان بعینہ یہی عقیدہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کے بارے میں رکھتے ہیں بلکہ اماموں اور اولیاء کے حق میں بھی ان کا یہی عقیدہ ہے. بلکہ ہر پیر اور شیخ کے حق میں ان کا یہی عقیدہ ہے. اللہ تعالیٰ ہدایت دے.

أَخْرَجَ أَبُوْدَاوُدَ عَنْ مُطَّرِفِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنْطَلَقْتُ فِيْ وَفْدِ بَنِيْ عَامِرٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ السَّيِّدُ اللّٰه فَقُلْنَا وَاَفْضَلُنَا فَضْلًا وَاَعْظَمُنَا طَوْلًا فَقَالَ قُوْلُوْا قَوْلَكُمْ اَوْ بَعْضَ قَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ.

حضرت مطرف بن عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو عامر کے وفد کے ہمراہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا. ہم نے کہا آپ ہمارے سیّد ہیں فرمایا سیّد اللہ ہے پھر ہم نے کہا آپ ہم میں افضل ہیں اور بڑے ہیں اور زیادہ سخی ہیں (۱) فرمایا ہاں یہ ساری یا بعض بات کہہ سکتے ہو. کہیں شیطان تم کو گستاخ نہ بنادے۔ (ابوداؤد)

یعنی کسی بزرگ کی شان میں زبان سنبھال کر بات کرنی چاہیے. اس کی انسان ہی کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی کمی کرو. منہ زور گھوڑے کی طرح مت دوڑو کہیں شان الوہیت میں بے ادبی نہ ہوجائے.

لفظ "سیّد" کے دو معنی

سیّد کے دو معنی ہیں (۱) خود مختار، مالک کل جو کسی کا محکوم نہ ہو آپ جو چاہے کرے یہ شان رب تعالیٰ ہی کی ہے. اس معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی سیّد نہیں. (۲) پہلے حاکم کا حکم اس کے پاس آئے اور پھر اس کی زبانی دوسروں تک پہنچے جیسے چودھری، زمیندار، اس معنی کے لحاظ سے ہر نبی اپنی امت کا سردار ہے. ہر امام اپنے ہم عصر لوگوں کا، ہر مجتہد اپنے ماننے والوں کا، ہر بزرگ اپنے عقیدتمندوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا سیّد ہے کہ یہ بڑے بڑے حضرات پہلے حکم پر خود عامل ہوتے ہیں پھر اپنے چھوٹوں کو سکھاتے پڑھاتے ہیں اس لحاظ سے ہمارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ

---

(۱) طولاً یعنی فضل و احسان، جود و سخا میں ہم سے بڑھ کر ہیں۔

وسلم تمام جہاں کے سیدؐ ہیں. اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں آپؐ کا مرتبہ سب سے بڑا ہے. آپؐ سب سے زیادہ احکام شرعیہ کے پابند تھے، اور اللہ تعالیٰ کا دین سیکھنے میں لوگ آپ ہی کے محتاج ہیں. اس معنیٰ کے لحاظ سے آپ کو سارے جہاں کا سردار کہا جاسکتا ہے بلکہ کہنا چاہیے اور پہلے معنیٰ کے لحاظ سے ایک چیونٹی کا سردار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا جائے کیونکہ آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں تصرف کے مختار نہیں۔

تصویر کے متعلق ارشادات نبوی

اَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّہَا اِشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِیْہَا تَصَاوِیْرُ فَلَمَّا رَاٰہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَی الْبَابِ فَلَمْ یَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِیْ وَجْہِہِ الْکَرَاہَةَ قَالَتْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَابَالُ ہٰذِہِ النُّمْرُقَةِ قَالَتْ قُلْتُ اِشْتَرَیْتُہَا لَکَ لِتَقْعُدَ عَلَیْہَا وَتَوَسَّدَہَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَصْحَابَ ہٰذِہِ الصُّوَرِ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَیُقَالُ لَہُمْ اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَیْتَ الَّذِیْ فِیْہِ الصُّوَرُ لَاتَدْخُلُہُ الْمَلَائِکَةُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک غالیچہ خریدا جس میں تصویریں تھیں جب اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپؐ دروازے پر ہی کھڑے رہے اندر نہیں آئے۔ فرماتی ہیں میں نے آپؐ کے چہرے سے کراہت محسوس کی میں نے کہا یا رسول اللہ میری توبہ ہے میں نے کیا گناہ کیا ہے فرمایا یہ غالیچہ کیسا ہے؟ فرماتی ہیں میں نے کہا میں نے اس کو آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور تکیہ بنائیں فرمایا ان تصویر والوں پر قیامت کے دن یہ عذاب ہوگا کہ ان سے کہا جائے گا کہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں کو زندہ کرو فرمایا جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے نہیں آتے۔ (بخاری)

چونکہ اکثر مشرک مورتیاں پوجتے ہیں اس لیے فرشتوں اور نبیوں کو تصویروں سے گھن آتی ہے اس لیے فرشتے نہیں آتے. تصویر بنانے والوں پر عذاب ہوگا کہ سامان بت پرستی مہیا کرتے ہیں. معلوم ہوا کہ تصویر خواہ پیغمبر کی ہو یا امام کی. ولی کی ہو یا قطب کی اور پیر کی ہو یا مرید کی بنانی حرام ہے اور اس کا رکھنا بھی حرام ہے جو لوگ اپنے بزرگوں کی تصویروں کی تعظیم کرتے ہیں اور بطور تبرک اپنے پاس رکھتے ہیں وہ سراسر گمراہ اور مشرک ہیں.

پیغمبر اور فرشتے ان سے گھن کرتے ہیں۔ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کی تصویر کو گندہ سمجھ کر اپنے گھر سے دور کردے تاکہ رحمت کے فرشتے بھی اس گھر میں آئیں جائیں اور گھر میں برکت ہو۔

پانچ سخت ترین گناہ

اَخْرَجَ الْبَیْھَقِیُّ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنْ قَتَلَ نَبِیًّا اَوْ قَتَلَہٗ نَبِیٌّ اَوْ قَتَلَ اَحَدَ وَالِدَیْہِ وَالْمُصَوِّرُوْنَ وَ عَالِمٌ لَّایَنْتَفِعُ بِعِلْمِہٖ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرمارہے تھے قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے نبی کو یا جس کو نبی نے قتل کیا یا جس نے اپنے باپ کو یا ماں کو قتل کیا اور تصویریں بنانے والوں کو اور اس عالم کو بھی جو اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھائے۔ (بیہقی)

یعنی تصویر بنانے والا بھی ان بڑے بڑے گناہوں میں داخل ہے تو جو گناہ قاتلِ پیغمبر کو ہوگا وہی گناہ تصویریں بنانے والوں کو ہوگا۔

أَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِيْ فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً أَوْ شَعِيْرَةً.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرمارہے تھے کہ اللہ نے فرمایا ہے اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو میری طرح پیدا کرنے کی کوشش کرے سو بھلا کہ ایک ذرہّ یا ایک دانہ یا ایک جو تو پیدا کرکے دکھائیں.

(بخاری - مسلم)

یعنی مصور در پردہ الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ کے پیدا کرنے کی طرح چیزیں پیدا کرنا چاہتا ہے. یہ بڑا گستاخ اور کذاب ہے ایک دانہ تک بنانے کی قدرت نہیں نقل اتارتا ہے. نقال ملعون پر اللہ کی لعنت ہے.

اپنے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

أَخْرَجَ رَزِيْنٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نِّيْ لَا اُرِيْدُ اَنْ تَرْفَعُوْنِيْ فَوْقَ مَنْزِلَتِيْ الَّتِيْ أَنْزَلَنِيْهَا اللّٰهُ تَعَالٰى أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے اس مرتبے سے آگے بڑھاؤ جس پر اللہ پاک نے مجھے رکھا ہے میں محمد ہوں. عبداللہ کا بیٹا ہوں. اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں . (رزین) (۱)

یعنی جس طرح اور بڑے لوگ اپنی تعریف میں مبالغہ سے خوش ہوتے ہیں مجھے اپنی تعریف میں مبالغہ ذرہ برابر بھی پسند نہیں. ان

---

(۱) اس مضمون کی روایات مسند احمد اور طبرانی وغیرہ میں موجود ہیں۔ مسند احمد کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن انس ان رجلا قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، یا سیدنا و ابن سیدنا۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا ایھا الناس قولو ابقولکم ولا یستھوینکم الشیطان۔ محمد بن عبداللہ و رسولہ۔ واللہ ما احب ان ترفعونی فوق مارفعنی اللہ۔ (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر ص ۴۲۰ :۴۴) یعنی ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایسا کہہ سکتے ہو لیکن خبردار رہنا ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں مبالغہ آرائی میں لے ڈوبے۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کی قسم مجھے یہ بات قطعاً پسند نہیں ہے کہ تم (میری تعریف میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے) مجھے اس مرتبہ سے بھی بلند کردو جو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔

طبرانی کی روایت کے لفظ یہ ہیں عن حسین بن علی رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لاترفعونی فوق حقی فان اللہ تعالیٰ اتخذنی عبداقبل ان یتخذنی رسولا۔ اسنادہ حسن (مجمع الزوائد ج ۹ صفحہ ۲۱)

یعنی حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے میرے مرتبہ سے زیادہ بلند نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنانے سے پہلے مجھے اپنا بندہ بنایا ہے"۔ (معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک "مقام عبدیت"، "مقام رسالت" سے زیادہ بلند درجہ رکھتا ہے)

لوگوں کو تو مبالغہ کرنے والوں کے دین سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا خواہ دین رہے یا نہ رہے لیکن پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت پر بڑے شفیق و مہربان ہیں آپؐ کو رات دن یہی فکر دامنگیر تھا کہ امت کا دین سنور جائے۔ جب آپؐ کو معلوم ہوا کہ میرے امتی مجھ سے بڑی محبت کرتے ہیں اور میرے بہت ہی احسان مند ہیں اور یہ بھی معلوم تھا کہ محب محبوب کے خوش کرنے کو آسمان اور زمین کے قلابے ملایا کرتا ہے ایسا نہ ہو یہ تعریف میں حد سے بڑھ جائیں جس سے اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی ہوجائے۔ جس سے ان کا دین غارت ہوجائے اور میری ناراضگی بھی واجب ہوجائے اس لیے آپؐ نے فرمایا کہ مجھے مبالغہ پسند نہیں۔ میرا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے میں خالق یا رزاق نہیں، میں عام لوگوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں اور میرا شرف بندہ ہونے ہی میں ہے البتہ عوام سے میں اس بات میں جدا ہوں کہ میں اللہ کے احکام کو جانتا ہوں لوگ نہیں جانتے۔ لہٰذا انہیں مجھ سے اللہ کا دین سیکھنا چاہیے۔

اے ہمارے آقا! رحمۃ للعالمین پر رحمت و سلامتی کی بارش فرما جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم جیسے جاہلوں کو دین سکھانے کے لیے سر توڑ کوششیں کیں ان کی قدردانی کرنے والا تو

ہی ہے. اے بلند و برتر مالک! ہم تیرے عاجز و بے بس بندے ہیں ہمارے اختیار میں کچھ نہیں. جس طرح تو نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے شرک و توحید کا مطلب خوب سمجھایا. لا الہ الا اللہ کے تقاضوں سے خوب خبردار کیا اور مشرکوں سے نکال کر موحد و پاک صاف بنایا، اسی طرح اپنے فضل و کرم سے ہمیں بدعت و سنت کے معنی اچھی طرح سمجھا. کلمہ محمد رسول اللہ کے تقاضوں سے آگاہ فرما، اور بدعتیوں اور ملحدوں سے نکال کر ہمیں پاک سنی اور تابعدار حدیث و قرآن بنا. آمین ثم آمین۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

****

Shaikhul Islam Academy
Gali Batashai wali, 6138, Masjid Houz Wali,
Khari Baoli, Delhi-110006